ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

اتوار ۱۳ رمضان کریم ۱۴۴۵ھ
مطابق ۲۴ مارچ ۲۰۲۴ء

بچوں کا اسلام

1127

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

خوشاب

کہانی میں چھپی ایک کہانی

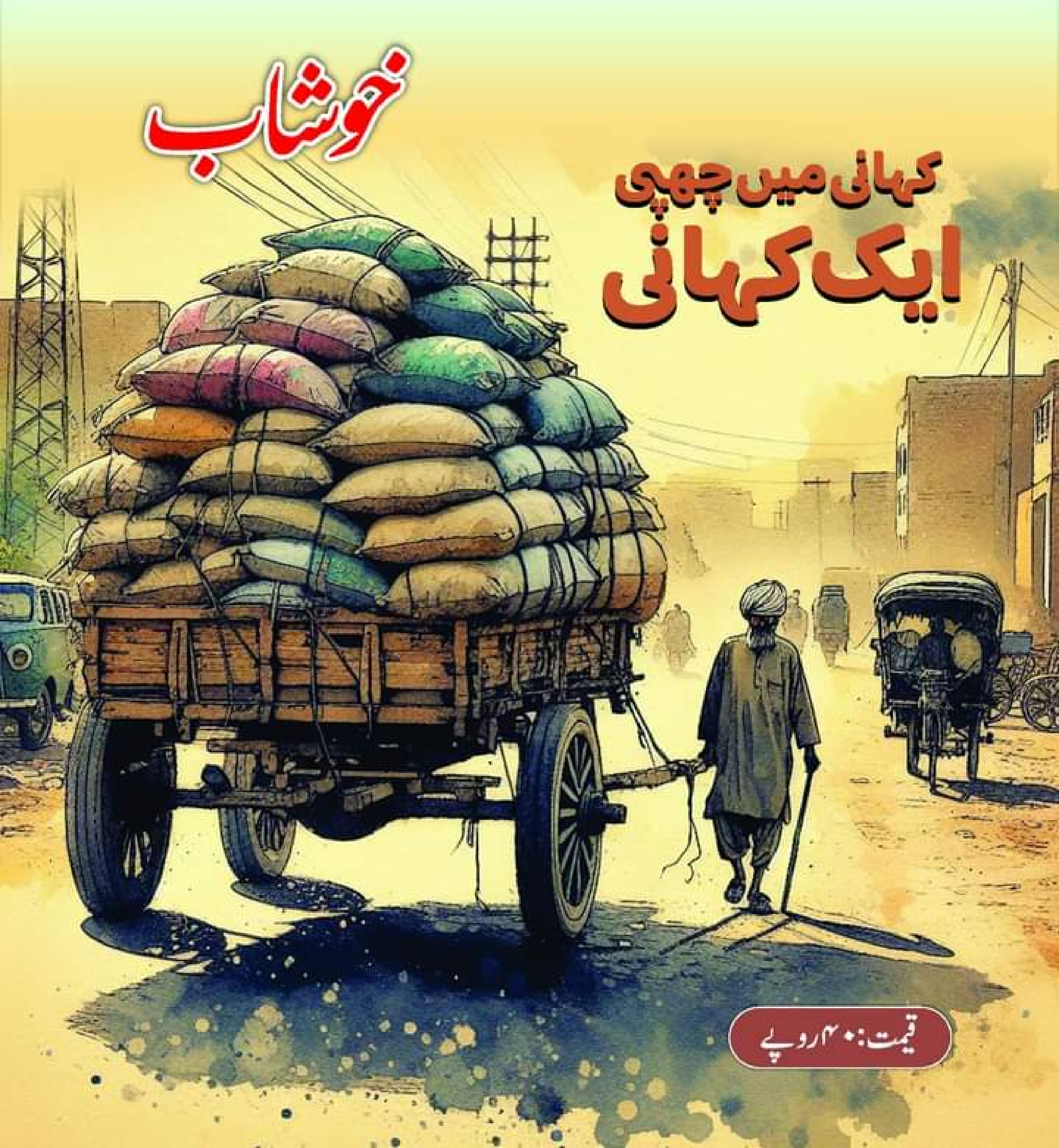

قیمت: ۴۰ روپے

زیادتی کی طمع

مجھے اس شخص سے نمٹنے دو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا اور اسے بہت سارا مال اور اس کے پاس حاضر رہنے والے بیٹے دیے اور ہر قسم کے سامان میں فراوانی عطا کی، پھر وہ طمع رکھتا ہے کہ میں اسے اور زیادہ دوں، ایسا ہرگز نہیں ہوگا یہ ہماری آیتوں کا دشمن رہا ہے۔

(سورۂ مدثر: آیت ۱۱۔ ۱۲)

طمع کا علاج قبر کی مٹی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”اگر ابن آدم کے پاس مال سے بھری ایک وادی ہو تو وہ چاہتا ہے کہ اس جیسی ایک وادی اور مل جائے، اور ابن آدم کی آنکھ کو (قبر کی) مٹی سے کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی اور اللہ جسے چاہے توبہ کی توفیق دے دیتا ہے۔

(بخاری)

شمارہ بیتی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

اسلام آباد کا ایک مختصر سا سفر درپیش تھا، اس لیے ایک ساتھ دو شماروں پر کام جاری تھا۔

پہلے شمارے کی تاریخ اشاعت ۴ فروری تھی، یعنی یومِ کشمیر سے ایک دن پہلے۔ سو ہم نے اس خیال سے اپنے تحریروں کے خزانے والے ڈیجیٹل صندوق کھنگالنے شروع کیے کہ شاید کشمیر سے معطر کوئی کہانی مل جائے، مگر ہمارا خزانہ کشمیر سے منسوب کہانی سے ایسے ہی خالی تھا جیسے جموں و کشمیر کی سرزمین انصاف سے خالی ہے!

جو دو ایک کہانیاں کشمیر کے نام سے ملیں، وہ اگرچہ اچھی تھیں مگر ان میں 'کشمیر' بس اتنا ہی تھا، جتنا 'آزاد کشمیر' کے نام سے ٹکڑا پاکستان کے پاس ہے۔

یعنی کہانی کا موضوع تو یکسر مختلف تھا بس مرکزی کردار کشمیری النسل دکھا دیا گیا تھا اور یوں لکھاری بہن نے اتنا کافی سمجھ کر یومِ کشمیر کا ٹھپا لگا کر ہمیں وہ کہانی بھیج دی تھی۔

خیر ہم نے وہی کیا جو ایسے موقع پر کرتے

ہیں یعنی جھنجلا کر اپنا ہی سر پیٹ لیا۔

(ویسے یہ بھی عجیب رسم ہے کہ غلطی چاہے کسی اور ”سر“ کی ہو، پیٹتا بے چارا اپنا ہی سر جاتا ہے!) ہمارے معزز لکھاریوں کی طرف سے یہ غلطی اب بہت زیادہ کی جانے لگی ہے۔

جی ہاں! کسی بھی خاص موقع پر کہانی ہمیں یہ کہہ کر بھیجی جائے گی کہ فلاں موقع کی مناسبت سے کہانی لکھی ہے، دیکھ لیجیے۔

ہم عموماً اس وقت کہانی نہیں پڑھتے، اسے محفوظ کر لیتے ہیں اور جب اس خاص موقع کا شمارہ ترتیب دینے کا وقت آتا ہے تبھی کہانی پڑھتے اسے ایڈٹ کرتے ہیں۔

اب ہوتا یہ ہے کہ مثلاً جیسے رمضان کی مناسبت سے ایک لکھاری نے کہانی بھیجی۔ ہم شعبان میں رمضان کا شمارہ ترتیب دینے لگے تو کہانی کو زنبیل سے نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔

لیجیے کہانی کے اوپر رمضان بس اتنا چھڑکا گیا تھا کہ کہانی میں زمانہ رمضان کا تھا۔ باقی کہانی کا دور دور تک رمضان سے کوئی زبردستی کا تعلق بھی نہ نکلتا تھا۔

اسی طرح ۷ ستمبر یومِ ختم نبوت کے حوالے سے ایک کہانی ملتی ہے۔ ہم سطر سطر پڑھ جاتے ہیں۔ عینک لگا لگا ڈھونڈتے ہیں، کہانی میں 'ختم نبوت' کا موضوع مگر ملتا ہی نہیں۔ اختتام پر پہنچ کر ایک سطر میں ختم نبوت سے متعلق ایک جملہ لکھا نظر آتا ہے اور ہم پھر اپنا سر تھام کے رہ جاتے ہیں۔

دیکھیے! کسی بھی موقع پر جو موضوعی کہانی لکھی جاتی ہے، ضروری ہے کہ اس کا مرکزی خیال بھی وہی ہو۔ کہانی جس موضوع کے گرد بنی جائے، وہی اس کہانی کا موضوع ہوتا ہے۔

مرکزی خیال اگر جرم و سزا ہو تو پھر چاہے کردار رمضان کے مہینے میں کوئی سراغ رسانی کر رہے ہوں۔ سحر و افطار کا ذکر بھی ہر سطر میں ہو لیکن وہ کہانی رمضان کی نہیں کہلائے گی، کہلائے گی وہ جرم و سزا پر مبنی جاسوسی کہانی ہی۔

خیر آمدم برسرِ مطلب: ہم نے کشمیر کی کہانی کا خیال چھوڑا اور ڈاک کھولنے لگے کہ کسی اور موضوع پر ہی اچھی سی کہانی برآمد ہو تو اسے شمارے کی زینت بنا لیں۔

ڈاک کھولتے کھولتے، تحریریں پڑھتے پڑھتے کب ظہر کا وقت، عصر میں داخل ہوا پتا ہی نہ چلا اور اس وقت ہم پر ایک ہولناک انکشاف ہوا۔

مگر بات یہ ہے کہ جو انکشاف ہمیں چار گھنٹے کے بعد ہوا، وہ ہم آپ کو چار منٹ میں کیسے بتا دیں؟

اگلے ہفتے تک انتظار کیجیے جناب!

والسلام

محمد فیصل شہزاد

قربانی

درثمن

"کوئی ہے جو اپنی جان دے کر جہاز کے سب مسافروں کی جان بچائے۔"

کپتان کا یہ اعلان سن کر جہاز کے عرشے پر جمع سب مسافروں کو جیسے سانپ سونگھ گیا اور سب کے سر جھک گئے۔

"کوئی ہے جو اپنی جان دے کر سارے جہاز کو بچالے۔"

کپتان نے اپنا اعلان دوبارہ دہرایا۔

اسے اپنی آواز دور کہیں کنویں سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ ایک مسافر بردار جہاز تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے جہاز تیزی سے اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ سمندر میں سوائے لہروں کے شور کے کوئی بھی آواز سنائی نہ دے رہی تھی۔ لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ کچھ مسافر عرشے پر کھڑے سمندر کے پانی کے پیچ و خم دیکھ دیکھ کر لطف اندوز ہو رہے تھے، کچھ اپنی نشستوں پر بیٹھے اونگھ رہے تھے کہ اچانک ایک جھٹکے سے جہاز رک گیا۔

یوں جہاز کے رکنے سے سب لوگ پریشان ہو گئے۔ اُس زمانے میں بادبانی جہاز ہوا کرتے تھے۔ ہر جہاز میں کپڑے کے بڑے بڑے بادبان لگے ہوتے تھے۔ ہوا کے زور سے ان بادبانوں کے ذریعہ سے بحری جہاز چلا کرتے تھے۔

کپتان نے سمجھا کہ شاید ہوا بند ہو گئی ہے مگر جب اس نے اپنے کیبن سے باہر نکل کر دیکھا تو ہوا بڑی تیزی سے چل رہی تھی۔ ہوا کے باوجود جہاز کا رک جانا کسی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اچانک مسافروں میں سے ایک بوڑھا اٹھا اور جہاز کے آخری سرے کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی اس نے آخری سرے سے سمندر میں جھانکا۔ مارے خوف کے اس کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"اف خدایا.....! یہ.....یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں.....؟" اس کے منہ سے نکلا۔

"کیوں بڑے میاں! کیا ہوا؟" کپتان بولا، اور خود بھی جہاز کے آخری سرے کی طرف بڑھا۔ اب جو اس نے نیچے جھانکا تو اس کا بھی خوف سے برا حال ہو گیا۔

اب تو سب ہی نیچے جھانکنے کے لیے بے چین ہو گئے، اور ایک ساتھ کنارے کی طرف بڑھے اور لگے جھانکنے۔

اور یہ دیکھ کر ان کی سٹی گم ہو گئی کہ ایک بہت بڑی مچھلی جہاز کو روکے کھڑی تھی ایسی دیو قامت مچھلی کہ اس کا قد کاٹھ جہاز سے بھی بڑا تھا۔

"میں سمندری سیاح ہوں، میری زندگی کا اکثر حصہ سمندروں میں گزرا ہے، یہ آدم خور مچھلی ہے۔ یہ اس وقت تک ہمارا راستہ نہیں چھوڑے گی، جب تک اس کے سامنے کسی انسان کو نہ پھینکا جائے گا۔ اگر کچھ دیر تک ایک آدمی اس کے سامنے نہ پھینکا گیا تو سارے جہاز کو الٹ دی گی۔"

اتنا کہہ کر وہ بوڑھا خاموش ہو گیا۔

بوڑھے کی بات سن کر سبھی لوگ خوف زدہ ہو گئے تھے۔

کپتان نے ایک طائرانہ نظر میں مسافروں پر ڈالی اور بولا:

"کوئی ہے جو اپنی جان دے کر سارے جہاز کو بچالے۔"

کپتان اپنے اعلان کو تین مرتبہ دہرا چکا تھا لیکن کسی کی بھی ہمت نہیں پڑ رہی تھی کہ وہ اپنی جان قربان کر دے۔

جہاز میں آہستہ آہستہ حرکت پیدا ہو رہی تھی۔

مچھلی نے جہاز کو الٹنا شروع کر دیا تھا، اور چند منٹ بعد جہاز الٹنے والا تھا۔

"کوئی ہے.....؟" کپتان نے ایک بار پھر مردہ آواز میں اعلان کرنا چاہا کہ اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔

"میں اپنی جان قربان کر کے سارے جہاز والوں کی جان بچاؤں گا۔"

اچانک ایک آواز گونجی۔ سب نے چونک کر دیکھا تو ایک چودہ پندرہ سالہ نوجوان ہنستا مسکراتا چہرہ لیے آگے بڑھا۔ اس سے پہلے اسے کوئی روکتا یا کچھ کہتا۔ وہ تیزی سے دوڑتا ہوا کنارے کی طرف بھاگا اور ایک دم سمندر میں کود گیا۔

مچھلی نے پلک جھپکنے میں اس کو نگل لیا اور سمندر میں غائب ہو گئی۔

سب مسافر ہکا بکا بنے دیکھتے رہ گئے۔ سب پر ایک سکتہ سا طاری تھا۔ جہاز ایک بار پھر اپنی منزل کی طرف بڑھا مگر.....جس نے اپنی جان قربان کر کے سینکڑوں لوگوں کو بچایا تھا، وہ اس جہاز پر موجود نہیں تھا، البتہ اس کی یاد لوگوں کے دلوں میں ہمیشہ کے لیے زندہ ہو گئی تھی۔

اب بھی مسافر جس میں وہ بوڑھا اور کپتان بھی شامل تھے، یہ سوچ رہے تھے کہ اس بچے کی بجائے قربانی انھوں نے کیوں نہیں دی.....!

☆☆☆

اچھی خبریں

"آپی! یہ قلم لے لیجیے۔"

اس لڑکی نے مجھے قلم پکڑایا تو میں حیرت سے اسے دیکھنے لگی۔

دراصل ہمارے امتحان ہو رہے تھے۔ پرچہ دیتے ہوئے اچانک میرا قلم لکھنا بند ہو گیا تو میں پریشان بیٹھی اپنے قلم کو ٹھیک کر رہی تھی کہ اس لڑکی نے دیکھ لیا اور مجھے اپنا قلم دے دیا۔

میں پرچہ دے کر اسے قلم لوٹانے گئی تو میں نے پوچھا تم نے دو قلم کیوں لیے ہوئے تھے تو اس نے کہا کہ میں پرچہ دینے جاتی ہوں تو ہمیشہ دو پین لے جاتی ہوں تاکہ کسی کو ضرورت ہو تو اس کے کام آسکوں۔ مجھے یہ بات سن کر بہت خوشی ہوئی۔ میں نے اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے خود بھی دل میں عہد کر لیا کہ میں بھی زندگی کے ہر معاملے میں اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کی ممکنہ ضروریات کا خیال رکھوں گی۔ (حور عینا بنت محمد الیاس۔ تھل نجیب)

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جا سکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرتعاون: اندرون ملک 2000 روپے بیرون ملک ایک میگزین 25000 روپے دو میگزین 28000 روپے انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

سورج سوا نیزے پر آ چکا تھا۔ یہ بات آج تک اُس نے کہانیوں میں پڑھی تھی، آج وہ اس بات کی حقیقت کو محسوس کر رہا تھا۔ گرمی کی شدت سے ہر جان دار بوکھلایا ہوا لگتا تھا۔ دھوپ کی تمازت آنکھوں سے برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ سڑک پر اکا دکا افراد ہی نظر آ رہے تھے جو اپنے بچوں کے لیے روزی کمانے کے لیے مجبور تھے۔

رحمت گندم منڈی سے اپنی ہاتھ ریڑھی کے ساتھ نکلا تھا۔ اُس کی ریڑھی پر بوریوں کا پہاڑ لدا ہوا تھا۔ اُن بوریوں کو رسی کی مدد سے اچھی طرح باندھا گیا تھا۔ کسی بھی ریڑھی بان کے لیے ریڑھی دھکیلنے کے دو ہی طریقے ہوتے ہیں۔ یا تو وہ آگے سے ہاتھ ریڑھی کو کھینچے گا یا پھر اسے پیچھے سے دھکا لگائے گا۔

رحمت پیچھے سے دھکا نہیں لگا سکتا تھا، کیوں کہ آگے اتنی زیادہ بوریوں کی وجہ سے سامنے کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ اب وہ ریڑھی کے آگے لگا ہوا تھا۔ کوئی اور تھا جو پیچھے سے دھکا لگا رہا تھا، اور یہ تھا اسلم، رحمت کا بیٹا۔

اُس کی عمر گیارہ سال تھی۔ گرمیوں کی چھٹیوں کی وجہ سے اسکول بند تھے۔ ایسے میں وہ اپنے ابو کا ساتھ دینے ابو کے ساتھ آ جاتا تھا۔

رحمت اُسے روکتا بھی تھا کہ بیٹا! تم گھر پر رہو، مجھے تمھارے سہارے کی ضرورت نہیں ہے مگر وہ یہ کہہ کر رحمت کو لاجواب کر دیتا:

''ابو جی! میں سہارا دینے کے لیے نہیں، آپ کا ساتھ دینے کے لیے آ رہا ہوں۔''

رحمت گندم منڈی سے گھروں تک دکانوں تک بوجھ ڈھوتا تھا۔ جب اجناس کے ٹرک آتے تھے تو اڈے سے منڈی تک بھی بوجھ ڈھوتا تھا۔ یہی اُس کا کام، یہی اُس کا روزگار تھا۔ اسلم بچہ ہی تو تھا۔ وہ پوری طرح بوجھ اُٹھانے، دھکا لگانے کے قابل نہیں تھا مگر ابو کے ساتھ رہتے ہوئے وہ انھیں پانی پلا سکتا تھا، اُن کا پسینہ صاف کر سکتا تھا، چلتی ہوئی ریڑھی کو ہلکا سا سہارا دینا اور بوریوں کو تھامے رکھنا بھی اس کے ابو کی بڑی مدد کر دیتا تھا۔ جب وہ یہ کام کرتا تھا تو اس کے ابو کا دل پیار سے ٹھنڈا ہو جاتا۔ ایک عجیب سی قوت ان کے وجود میں اتر آتی تھی۔

اس وقت بھی رحمت ریڑھی لے کر اپنی منزل کی طرف نکلا تھا اور اسلم پیچھے سے دھکا لگا رہا تھا۔ اُس کے دھکے میں طاقت نہیں تھی مگر رحمت کو اُس کمزور سے دھکے کا بھی اتنا بھرپور احساس ہو رہا تھا جیسے پہاڑ کی چوٹی پر جلنے والا چراغ بھی اپنی ٹمٹماتی روشنی سے اپنے وجود کا احساس دلا دیتا ہے۔

گرمی کی لہر میں شدید اضافہ ہو چکا تھا۔ سڑک جیسے جل رہی تھی۔ رحمت کے پلاسٹک والے بوٹ تپ کر انگارہ بنے ہوئے تھے۔ اُن بوٹوں کے تلوے گھس چکے تھے۔ دونوں طرف پانچ روپے کے سکے جیسے سوراخ بنے ہوئے تھے۔ رحمت دھکا لگانے کے ساتھ ساتھ اپنے پیروں کو بھی بوٹوں میں سمیٹنے کی کوشش کر رہا تھا مگر ہر قدم پر جلنے کا احساس ہوتا تھا۔

اسلم اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ شاید کہیں پانی کا کولر نظر آ جائے اور وہ ابو کو گلاس بھر پانی پلائے مگر آج سایہ بھی نہیں تھا اور پانی بھی کہیں نظر نہیں آ رہا تھا، پھر ریڑھی کھینچتے ہوئے رحمت نے ایک موڑ کاٹا، سامنے چڑھائی تھی۔

''بیٹا! آگے چڑھائی ہے۔ آگے سے ہٹ جاؤ اور میرے ساتھ آ جاؤ۔''

رحمت نے اُسے آواز دی۔

''کوئی بات نہیں ابو! آپ آگے سے زور لگایئے، میں پیچھے سے دھکا لگاتا ہوں۔''

اسلم نے جوش سے آواز لگائی۔ وہ ابو کی بات سمجھ نہیں پایا تھا۔

رحمت نے اپنے جسم کو کمان جیسی شکل دے دی تھی۔ چڑھائی پر ریڑھی کھینچنے کا یہی طریقہ تھا۔ رحمت کے جسم کی ساری قوت ٹانگوں میں آ گئی تھی۔ لحہ بہ لحہ چڑھائی میں اضافہ ہو رہا تھا۔ طاقت زیادہ صرف ہو رہی تھی۔ رحمت کا حلق سوکھ گیا تھا، پاؤں جل رہے تھے۔ بس ایک سو فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ پھر سڑک ہموار ہو جاتی۔ ایسے میں اچانک رحمت کراہ کر رہ گیا۔

دراصل سڑک پر موجود شیشے کا ایک چھوٹا سا ذرہ رحمت کے پاؤں میں دھنس گیا تھا۔ غیر ارادی طور پر رحمت کے قدم اکڑ گئے۔ وزن کا جھکاؤ پیچھے کی طرف ہو گیا تھا۔ پیچھے اسلم تھا۔ اب رحمت کی جان پر بن گئی تھی۔ اُس کی ذرا سی غفلت اسلم کے لیے جان لیوا ہو سکتی تھی اور رحمت کو یقین ہو چکا تھا کہ اب اُس سے بوجھ سنبھالا نہیں جائے گا۔ ریڑھی کو پیچھے کی طرف پھسلنا ہی ہے لیکن ایسے وقت میں بھی رحمت نے اپنے حواس قائم رکھے۔ اُس نے فوراً ہی دائیں طرف اپنا رُخ بدل لیا تھا۔ ایک لمحے میں ریڑھی کا رخ مغرب سے مشرق کی طرف ہو گیا اور سارا بوجھ رحمت کی کمر پر آ گیا۔ اب چڑھائی کا سفر ڈھلان میں تبدیل ہو چکا تھا۔

اُدھر اسلم کو سمجھ ہی میں نہیں آ رہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔

اور اِدھر ریڑھی پر موجود وزن رحمت کے قدم اکھاڑ رہا تھا۔ اُس کے زخمی پاؤں سے خون بہہ نکلا تھا۔ ڈھلان پر ریڑھی کی رفتار میں خطرناک حد تک اضافہ ہو چکا تھا۔ سامنے سڑک کا موڑ تھا۔ رحمت ریڑھی روکنے کی کوشش کر رہا تھا اور پھر قیامت بھرا لمحہ آ کر گزر گیا۔

وادیِ جان کی باتیں

چھوٹی عمر کے بچوں کے لیے خوب صورت اور بہترین تحفے

بچوں کی دینی و اخلاقی تربیت کرنا ہم سب کی ذمہ داری ہے، اگر ہم بچپن ہی سے اس کی فکر اور کوشش کریں گے تو کل یہی بچے اچھے مسلمان اور قوم کے معمار بن کر ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی کا بھی ذریعہ بنیں گے۔

الحمدللہ اس مقصد کو سامنے رکھتے ہوئے بچوں میں اللہ کی محبت و اطاعت اور اچھی عادات پیدا کرنے کے لیے یہ کتابیں تیار کی گئی ہیں۔

آپ یہ کتابیں بچوں کو دیں، انھیں پڑھ کر سنائیں اور سمجھائیں، تاکہ ہم سب اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکیں۔

4 سے 6 سال کے بچوں کے لیے

صرف
-/320
تین کتابوں کا سیٹ

خود بھی مطالعہ کیجیے اور متعلقین کو تحفے میں دے کر کتاب دوست بنایئے۔

بیت العلم (وقف)

رابطہ نمبر: 0309-2228089 ، 0321-8566511 برائے تجاویز: 0322-2583196

Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

اچانک مخالف سمت سے آنے والے ایک ٹرک نے رحمت اور ریڑھی کو ایک پل میں اُڑا کر رکھ دیا۔ اسلم کی چیخ، اس کے گلے میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔ اُسے بچانے کے لیے ایک غریب باپ نے اپنی جان کی قربانی دے دی تھی۔ وہ اپنے قدموں پر بیٹھ چکا تھا۔ دھوپ اُس کی آنکھوں میں اتر آئی تھی۔ منظر چندھیا گیا تھا۔ پھر وہ چکرا کر بیٹھ گیا۔ ایک آہ اُس کے سینے میں دفن ہو کر رہ گئی تھی۔

☆......☆

سات منزلہ دلکش عمارت کی پارکنگ سے ایک چم چماتی کار نکلی تھی۔ اُس کار میں چار افراد سوار تھے۔ اُن چاروں نے بہترین لباس پہن رکھا تھا۔ گرمی عروج پر تھی۔ سورج سوا نیزے پر اتر چکا تھا مگر انھیں گرمی پریشان نہیں کر رہی تھی۔ کیوں کہ کار کا اے سی فل رفتار میں چل رہا تھا۔ وہ چاروں خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ آج اُن کے ادارے کا ایک بین الاقوامی فرم کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا۔ کامیابی کا ایک نیا دروازہ کھلا تھا۔ ادارے کا مالک خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ باقی تین اس ادارے کے حصہ دار تھے۔ اس کامیابی کی خوشی میں اُس ادارے کے مالک نے اپنے دوستوں کو ایک بڑے ہوٹل میں کھانے کی دعوت دی تھی، جسے خوشی کے ساتھ قبول کر لیا گیا تھا۔

اچانک ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا چہکتا ہوا شخص خاموش ہو گیا۔ اس کی اس بدلی کیفیت کو اس کے تینوں دوستوں نے محسوس کیا۔ وہ کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا، یوں جیسے کچھ تلاش کر رہا ہو۔ بائیں طرف ایک سڑک مغرب کی سمت میں جا رہی تھی۔ یہ سڑک ہموار نہیں تھی۔ سڑک کا راستہ چڑھائی والا تھا۔ اچانک اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ اس نے جھٹکے سے کار روک دی تھی۔ وہ کود کر کار میں سے باہر نکلا۔ گرم ہوا کے تھپیڑے نے اُس کا استقبال کیا۔ اب وہ چڑھائی والی سڑک پر سرپٹ دوڑ پڑا تھا۔

اس کے تینوں دوست پہلے حیران اور پھر پریشان ہو گئے تھے۔ اس نے ایسی دیوانوں والی حرکت پہلے کبھی نہیں کی تھی۔

وہ طوفانی رفتار سے دوڑ رہا تھا، پھر اس نے ڈھلان کی طرف پھسلتی ایک ہاتھ ریڑھی کو سہارا دے دیا۔ ریڑھی پر بوریوں میں مال لدا ہوا تھا۔ وزن بہت زیادہ تھا، چند قدموں تک تو سڑک پر اس کے بوٹ بھی گھستے چلے گئے مگر اس نے ریڑھی کو روک لیا تھا۔

آگے موجود ریڑھی بان کو بھی احساس ہو گیا تھا کہ پیچھے سے مدد آ پہنچی ہے۔ اس کا ٹوٹا حوصلہ پھر سے جڑ گیا تھا۔ وہ صدمے کی کیفیت سے نکل آیا تھا۔ اس نے آگے کی طرف زور لگایا، پیچھے سے کار والے نے دھکا دیا۔ اب ریڑھی ایک ایک قدم آگے بڑھنے لگی تھی۔ لمحہ بہ لمحہ اُس کار والے کی قوت میں اضافہ ہوتا چلا جا رہا تھا۔ نجانے یہ کیسا جوش تھا کہ اب ہاتھ ریڑھی سڑک پر ایسے چل رہی تھی جیسے کوئی پھول اٹھا کر چلتا ہے۔ اب تو ریڑھی بان کو بھی زور لگانے کی ضرورت نہیں پڑ رہی تھی، پھر چڑھائی ختم ہو گئی۔ آگے ہموار سڑک تھی، کار والا رکا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا، اسے ڈھلان سڑک نظر آ رہی تھی، پھر نجانے اسے کیا ہوا، وہ زور سے چیخ پڑا۔

پچیس سال سے یہ چیخ اس کے سینے میں دبی ہوئی تھی، جو اسے چین نہیں لینے دیتی تھی۔ یوں لگا کہ جیسے اس کی چیخ پوری کائنات میں گونجی ہو۔

اُس نے سنا، کوئی اسے بلا رہا تھا: ”شکریہ صاحب جی!“ یہ ریڑھی بان تھا۔

اسے اس ریڑھی بان میں اپنے ابو جی کا چہرہ نظر آیا تھا۔ وہ پچیس سال بعد اپنے ابو کو دیکھ رہا تھا۔ اُسی سڑک پر، اس وقت اگر کسی نے اس کے ابو کو سہارا دیا ہوتا تو آج وہ یتیم نہ ہوتا، پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

اس وقت یہ آنسو جیسے گم ہو گئے تھے۔

”صبر کرو بیٹا! صبر کرو!“ وہ ریڑھی بان اُسے تسلی دے رہا تھا۔ وہ جہاں دیدہ سمجھ چکا تھا کہ اس صاحب کی کہانی میں ضرور کوئی کہانی چھپی ہوئی ہے۔

پھر وہ روتے روتے مسکرانے لگا۔ اسے ایک خیال آ گیا تھا۔ اُس نے وہ کام کیا تھا جو اس سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ آج اُس نے ایک اور کامیابی حاصل کر لی تھی۔

☆☆☆

ہمّت کا پہاڑ ٦

راوی: سبحان انعام اللہ خان مرحوم — تحریر: رشید احمد منیب

وہ شخص ہمت اور حوصلے کا پہاڑ تھا۔ اس کی زندگی کا مقصد پاکستان کے نوجوانوں کو مضبوط بنانا تھا۔ دینی مدرسے کا ایک طالب علم اتفاق سے اُس تک جا پہنچا، یوں شوق، لگن، جدو جہد اور عزم کے رنگین جذبوں سے سجی داستان زیب قرطاس ہوئی! ایک ایسے شخص کا تذکرہ جو دولت پر فن کو ترجیح دیتا تھا......!

وہ گئے تو انہی دنوں کوالالمپور کا مقابلہ آ گیا اور مجھے ٹیم کے ساتھ بھیج دیا گیا۔ جب میں عالمی مقابلے میں دوسرے نمبر پر آیا تو مجھے ایک سال کی اسکالرشپ ملی، یعنی میں دنیا میں جہاں چاہتا، جا کر سیکھ سکتا تھا، سو مجھے ہانگ کانگ کا ہی خیال آیا۔ ملائیشیا سے ہانگ کانگ زیادہ دور بھی نہیں تھا۔ میں اسکالرشپ پر پیٹر چانگ کے کلب چلا گیا۔ وہ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور ہنسے بھی۔ کہنے لگے: ”چیمپئن شپ جیت کر آ گئے، مجھے یقین تھا تم یہاں آؤ گے۔“

میں نے پوچھا کہ میں کب سے تربیت شروع کروں؟ تو انھوں نے پوچھا کہ تم کون سی بیلٹ باندھو گے؟

میں نے کہا: ”میں عالمی مقابلہ جیت کر آیا ہوں، ظاہر کہ بلیک بیلٹ ہی لوں گا، لیکن آپ کی کچھ شرائط ہیں تو بتائیں۔“

انھوں نے کہا کہ میں تو آپ کو گرین بلیٹ (یعنی بلیک سے دو درجے کم) دوں گا۔ مجھے یہ سن کر کچھ برا سا لگا، کیوں کہ میرا خیال تھا کہ بلیک نہیں تو براؤن ہی دیں گے۔ انھوں نے محسوس کر لیا کہ مجھے یہ بات بری لگی ہے، کہنے لگے، اگر تم اُس بڈھے سے مقابلہ کر لو جو اس کونے میں کھڑا ہے اور بلیک بیلٹ بھی نہیں ہے تو میں تمھیں براؤن بیلٹ دے دوں گا۔

مجھے افسوس ہوا کہ انھوں نے میرے مقابلے کے لیے ایک بڈھے کو منتخب کیا، سوچا کہ یہ تو ایک مکا بھی برداشت نہیں کر پائے گا، لیکن جب مقابلہ ہوا تو اُس بڈھے پر میرا مکا کم اثر کرتا تھا لیکن جب وہ مجھے لات مارتا تو مجھے کافی چوٹ آتی۔ میں سمجھ نہیں پا رہا تھا کہ آخر میں ایک بڈھے کو کیوں نہیں گرا پا رہا، مجھے واقعی افسوس ہوا کہ کیا فائدہ عالمی مقابلہ جیتنے کا، جب میں ایک بڈھے کو ہی نہ مار سکوں۔ ماسٹر پیٹر چانگ یہ سب دیکھ کر بچوں کی طرح خوش ہو رہا تھا اور مجھے غصے کے ساتھ شرمندگی کا احساس بھی ہو رہا تھا۔

مقابلہ ختم ہوا اور میں اُس بڈھے کا کچھ نہ بگاڑ سکا تو پیٹر چانگ نے شرارتی انداز میں پوچھا: ”اب کیا خیال ہے؟“

میں نے شرمندہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا: ”اب تو وائٹ بیلٹ (پہلی) ہی دے دیں۔“

یہ سن کر اس نے قہقہہ لگایا اور کہا کہ نہیں تم اتنے بھی کمزور نہیں ہو۔ کل سے گرین بیلٹ پہن کر آ جانا۔ جب میں رات کو اپنے ہوٹل پہنچا تو مار کھانے کی وجہ سے دونوں ٹانگیں اکڑی ہوئی تھیں۔ بیت الخلا گیا تو بیٹھا نہیں جا رہا تھا۔

☆......☆

پیٹر چانگ کے پاس میں نے تقریباً تین مہینے تربیت لی۔ صبح و شام کلاس ہوتی تھی۔ پہلے پہل تو میں نے پیٹر چانگ کے شاگردوں سے بہت مار کھائی۔ روزانہ مقابلے ہوتے تھے، روزانہ دوائیاں مل کر سوتا تھا اور ٹکور بھی خود کرنا پڑتی تھی۔ وہاں کون سا میری اماں ساتھ تھیں جو مالش کرتیں۔ رات جیسے تیسے گزارتا لیکن صبح میں پھر کلب پہنچ جاتا تھا۔ میں سب سے پہلے کلب پہنچتا اور پورا کلب صاف کرتا۔ جھاڑو لگاتا، پوچا لگاتا۔ کلاس کا ہال جسے ڈوجو کہتے ہیں، اسے اچھی طرح چمکا دیتا۔ پیٹر چانگ دیکھتے تو بہت خوش ہوتے کہ تم بڑے اچھے شاگرد ملے ہو، لیکن میرے دل میں اپنا مقصد تھا کہ کم وقت میں زیادہ سے زیادہ سیکھ لوں۔ دوسرا یہ کہ پیٹر چانگ استاد ہے تو وہ بھی خوش رہے۔

دوسرے مہینے کے آخر میں مجھے کیوکشن سمجھ میں آنے لگا تھا۔ اب میں پیٹر چانگ کے شاگردوں کو مارنے لگا۔ وہ مجھ سے جان چھڑاتے تھے اور میں انھیں چیلنج دے دے کر خوب کوٹتا تھا۔

پیٹر چانگ یہ دیکھ کر بہت خوش ہوتے اور کہتے:

”تم بہت اچھے جا رہے ہو، مجھے پتا تھا کہ تم ایک دن ان سب کو مارو گے۔“

ایک دن مجھے اُس بڈھے کا خیال آیا تو میں نے پوچھا کہ وہ بڈھا کہاں ہے؟ میں اُس سے بدلہ لوں گا۔

کہنے لگے: ”اب وہ بہت پیچھے رہ گیا ہے، اُس کا خیال چھوڑو اور آگے بڑھو۔“

پیٹر چانگ کے پاس تقریباً تین مہینے کی تربیت کے بعد اُس نے مجھے خصوصی خط دے کر جاپان کیوکشن کے عالمی ہیڈ کوارٹر بھیج دیا۔ وہاں کیوکشن کراٹے کے بانی سوسائی ماس اویاما خود تربیت دیتے تھے۔ میں نے اپنی زندگی میں اُس سے بڑا فائٹر اور اُس سے قابل ماسٹر نہیں دیکھا۔ وہ حقیقت میں ایک جن تھا۔ وہ بڑے سے بڑے سانڈ کو بھی بآسانی زیر کر لیتا تھا۔ وہ ہتھیلی کی ضرب سے سانڈ کا سینگ توڑ دیتا۔ بڑے بیل کے سر پر مکا مار کے، اُسے ہلاک کر دیتا۔ وہ درختوں پر مکے برساتا، بجلی کے کھمبے پر اپنے مکے کی ضرب سے ڈنٹ ڈال دیتا، لکڑی کے موٹے موٹے تختے، پہاڑی پتھر اور برف کی بھاری بھاری سلیں ہتھیلی کی ضرب سے توڑ دیتا تھا۔ اسی طرح وہ شاگردوں کو سکھانے میں بھی پوری جان کھپاتا تھا۔ وہ نئے شاگردوں کو بھی خود سکھانے کی کوشش کرتا تھا۔ اُن کے ساتھ خود محنت کرتا۔ کسی کو ڈنڈی مارتے دیکھ لیتا تو اُس کے سر پر سوار ہو جاتا اور خوب کام لیتا۔ وہ بڑا مخلص استاد تھا، کاش وہ مسلمان ہو جاتا۔

میری اسکالرشپ ایک سال کی تھی۔ میں نے تقریباً نو مہینے سوسائی کے پاس گزارے اور صبح و شام سخت ترین تربیت لی۔ یہ تربیت ڈوجو میں بھی ہوئی اور جنگلوں میں بھی۔ سخت سردی میں برف میں بھی ہوئی اور سمندر کے پانی میں بھی۔ آخری مہینے وہ خود مجھے لے کر جنگل جاتا اور کہتا کہ اِن درختوں کو انسان سمجھو اور انھیں کراٹے سکھاؤ۔ اس سخت تربیت کے بعد جب میں پاکستان واپس آ رہا تھا تو سوسائی نے مجھے کہا:

”اب تم پاکستان جا کر کیوکشن کو متعارف کرواؤ اور اس فن کو پھیلاؤ۔“

میں واقعی اس فن کو پھیلانا چاہتا تھا، اپنی قوم کو مضبوط بنانا چاہتا تھا۔

میں پاکستان لوٹ آیا، پھر میں نے پورے ملک میں کیوکشن کو پھیلانے کی مہم شروع کردی۔ میں مختلف کلبوں میں جاتا۔ مقابلے کرتا۔ مقابلہ جیت کر میں جوانوں کو اپنے ساتھ ملا لیتا۔ اس طرح بہت جلد پورے ملک میں کیوکشن پھیل گیا۔ اس عرصے میں بہت سے واقعات پیش آئے۔ میں نے ایس ایس جی کے کمانڈوز کو بھی تربیت دی اور سعودی عرب بھی تربیت دینے گیا۔ میں مارشل آرٹ کے شوق میں دنیا کے ایک سو چوالیس ملکوں میں جا چکا ہوں۔ دنیا کے ایک سو چوالیس ملکوں میں گھوم کر میں نے یہ سیکھا کہ کافر آخرت کے لیے نہ سہی لیکن دنیا کے لیے بہت زیادہ تیاری کر رہے ہیں۔ جب کہ مسلمان نہ دنیا کے لیے کچھ کر رہے ہیں اور نہ آخرت لیے۔ زمانے کے حقائق کیا ہیں اور دنیا کیا کر رہی ہے، مسلمانوں کو اُس سے واسطہ ہی نہیں۔

جب تک نہ زمانے کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

زمانے کے حقائق نہ سمجھے تو تیرا شیشہ دشمن کے پتھر کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

★۰۰۰۰★

مجھے ملنے والے بچوں کے خطوط، پیغامات میں معاشرے کی ایک خرابی کا ذکر بہت کیا جاتا ہے کہ بچے محفوظ نہیں رہے۔ ملاقاتوں میں بھی اس قسم کی بات چیت ہو جاتی ہے۔ بعض تعلیمی اداروں کے ذمے دار بھی بچوں کے حوالے سے اپنی پریشانی کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ میرا خیال ہے، سمجھ دار حضرات سمجھ گئے ہوں گے کہ میں کیا کہنا چاہ رہا ہوں۔

اب آپ ایک واقعہ سنیے:

میں پہلے کہیں بتا چکا ہوں کہ میرے والد صاحب نے دارالعلوم دیوبند سے کچھ تعلیم حاصل کی تھی۔ وہ دینی سمجھ بوجھ رکھنے کے ساتھ بڑے معاملہ فہم شخص تھے۔ قیامِ پاکستان سے قبل وہ نیوی میں شامل ہو گئے تھے۔ پاکستان بنا تو کراچی آ گئے اور یہاں نیوی میں کام کرتے رہے۔ وہ قاضی صاحب کے نام سے مشہور تھے۔

ہمیں نیوی کی طرف سے گھر دیا گیا تھا۔ گھر کے دونوں طرف نیوی کے دو افسران کے گھر تھے۔ افسران والد صاحب کی بہت عزت کرتے تھے، لیکن اُن کا آپس میں معاملہ بڑا عجیب تھا۔ قصہ یہ تھا کہ ایک صاحب نے بکری پال رکھی تھی۔ دوسرے نے گھر کے سامنے گھاس، پودے اور اُن کی حفاظت کے لیے پتوں کی باڑ لگائی ہوتی تھی۔ اب ہوتا یہ کہ شام کے وقت بکری والے صاحب آتے اور بکری کو گھر سے نکال کر کھلا چھوڑ دیتے۔ بکری اِدھر اُدھر منہ مارتی ہوئی آتی اور پتوں کی باڑ پر بھی منہ مارنے لگتی۔ اس پر وہ صاحب جن کی باڑھ تھی، چراغ پا ہو جاتے، وہ بکری کو مارتے بھگاتے اور بکری کے مالک کو کھری کھری سناتے۔ بکری والے صاحب بھی طیش میں آ جاتے، کہتے: ''اگر تھوڑی سی گھاس کھا لی تو کیا ہو گیا؟ جانور کو گھر میں باندھ کر کس طرح رکھا جا سکتا ہے؟'' غرض خوب تو تو میں میں ہوتی۔ ہم لوگ درمیان

میں پریشان ہوتے رہتے کہ کیا کیا جائے۔

یہ سلسلہ کافی دن چلتا رہا۔ آخر ایک دن میرے والد صاحب نے سوچا کہ اس بارے میں کچھ کرنا چاہیے۔ انھوں نے اِن دونوں صاحبان کی دعوت کر ڈالی۔ کھانے اور پھلوں سے تواضع کرانے کے بعد والد صاحب اصل مقصد کی طرف آئے۔ کہنے لگے: ''آپ دونوں ماشاء اللہ سمجھ دار ہیں، مجھ سے سینئر ہیں، لیکن روزانہ جھگڑتے ہیں۔ آخر سوچنا چاہیے کہ یہ سلسلہ کب تک چلے گا۔''

اس پر باڑھ والے صاحب کہنے لگے: ''قاضی صاحب! میں نے اتنی مشکل سے باڑھ لگائی ہے تاکہ میرے پودے پھول وغیرہ محفوظ رہیں، اِن کی بکری آ کر باڑھ کھانا شروع کر دیتی ہے۔ میری ساری محنت ضائع کرتی ہے۔ انھیں اپنی بکری سنبھال کر رکھنا چاہیے، ورنہ بیچ دیں۔

اب بکری والے صاحب کی باری آئی۔ انھوں نے کہا:

''صاحب! ہم بکری کیوں بیچ دیں؟ بے زبان جانور ہے، اُن کی ساری باڑھ تو نہیں کھاتی، ایک آدھ جگہ منہ مارتی ہے تو اُن کی جان نکل جاتی ہے، اسے گھر میں باندھ کر رکھیں تو بیمار ہو جائے گی۔ میں اسے بیچ سکتا ہوں نہ گھر میں باندھ کر رکھ سکتا ہوں۔''

والد صاحب نے کہا۔

''آپ دونوں یہ معاملہ میرے سپرد کر دیں۔'' دونوں نے بخوشی منظور کر لیا۔

اگلے دن میرے والد صاحب نے کیا کیا؟ ساری باڑھ کاٹ ڈالی۔ باڑھ والے نے دیکھا تو سخت طیش میں آئے کہ یہ کیا کیا؟ میں تو بکری کو منہ تک مارنے نہیں دے رہا تھا اور آپ نے ساری باڑھ کاٹ ڈالی۔

والد صاحب نے کہا، آپ تسلی رکھیں، میں اُس کا انتظام کرتا ہوں۔ اگلے دن والد صاحب بازار گئے، اور وہاں سے کڑوے پتوں والی بیل لے آئے جو بکری نہیں کھاتی۔ اب انھوں نے اُن پودوں کی باڑھ لگا دی اور کہا: ''آپ دونوں حضرات کی پریشانی ختم ہو گئی، بکری گھر سے باہر گھومے گی لیکن یہ پتے کڑوے ہوں گے، اس لیے اُن پر منہ نہیں مارے گی۔ کڑواہٹ کی وجہ سے یہ پتے نہیں کھائے گی۔

میں یہ واقعہ اُن بچوں، اُن کے سرپرستوں اور تعلیمی اداروں کے ذمے داران کو سناتا رہتا ہوں، جو اپنے بچوں کے معاملے میں پریشان رہتے ہیں۔

آپ اپنے بچوں میں خود اعتمادی پیدا کریں۔ انھیں جسمانی مشقت سے گزاریں۔ اُن پر اعتماد کریں۔ انھیں وقت دیں، اُن سے باتیں کریں، ہر وقت وعظ و نصیحت بھی نہ کریں، اُس سے الٹا نقصان ہو جاتا ہے۔ انھیں عمل سے سکھائیں، اُن کے اندر کچھ کڑواہٹ بھی پیدا کریں۔ انھیں بہادر بنائیں اور انھیں کڑوے کی عادت ڈالیں، انھیں برائلر مرغی نہ بنائیں جسے ہر کوئی کھا جائے۔

دیکھیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بچوں کو تعلیم سے پہلے تیراکی سکھانے کا حکم دیا۔

کیوں؟

تاکہ بچے خطرات کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔ اُن میں خود اعتمادی پیدا ہو۔ یہ کڑواہٹ آج نہیں تو بڑے ہو کر اُن کے کام آئے گی۔

جب تک نہ زمانے کے حقائق پہ ہو نظر
تیرا زجاج ہو نہ سکے گا حریفِ سنگ

جاری ہے

میرا سوہنا شہر

خوشاب

محمد اقراش عاصم۔ خوشاب

پاکستان کے پانچ صوبے ہیں، جن میں بلحاظ آبادی سب سے بڑا صوبہ پنجاب ہے جس کے ۱۰ ڈویژن اور ۱۴۱ اضلاع ہیں۔ انہی میں سے ایک ڈویژن سرگودھا کا ایک ضلع میرا سوہنا شہر خوشاب بھی ہے۔

ضلع خوشاب کے مشہور شہروں میں خوشاب، جوہرآباد، قائدآباد، نورپور تھل اور نوشہرہ (وادی سون سکیسر کا صدر مقام) شامل ہیں۔ ۲۰۱۷ء میں ہمارے ضلع کی آبادی (1,299,281) تھی۔ اس کا رقبہ (۶۵۱۱) مربع کلومیٹر ہے اور عام طور پر پنجابی اور اردو زبانیں بولی جاتی ہیں۔

ہمارا شہر خوشاب دریائے جہلم کے مغربی کنارے پر آباد صوبہ پنجاب کا ایک تاریخی قدیمی شہر ہے۔ سرزمین خوشاب بیک وقت دریا، سرسبز میدان، کوہسار اور صحرا سے مزین ہے۔ خوشاب فارسی کے دو الفاظ 'خوش' اور 'آب' کا مجموعہ ہے جس کے مجازی معنی تو آبدار، چمکیلا، تابناک، جوہردار ہے۔ ویسے یہ اچھی آب و ہوا اور موسمی کیفیت کے اعتبار سے خوشگوار جگہ کو بھی کہا جاسکتا ہے۔ روایت ہے کہ جب شیر شاہ سوری کا اس علاقے سے گزر ہوا اور پڑاؤ کے دوران جب اس نے دریائے جہلم کا پانی پیا تو بے اختیار کہا تھا: ''خوش آب!''

اور یوں یہ الفاظ زبانِ زدِ عام ہوکر اس علاقے کو ایک خوب صورت نام دے گئے۔

شہر خوشاب ۱۵۰۳ء میں آباد ہوا جبکہ اس کے گرد فصیل ۱۵۹۳ء میں مکمل ہوئی۔ مسلم فاتح شیر شاہ سوری نے اس شہر کو سنوارنے اور اس کی تعمیر و ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔ مرکزی عیدگاہ، جامع مسجد، مین بازار، شہر پناہ کے دروازے اور فصیل اس زمانے کی اہم تعمیرات میں سے ہیں۔ دریائے جہلم کے کنارے آباد یہ شہر لاتعداد مرتبہ سیلابوں کی زد میں آ کر تباہ ہوا۔ شہر خوشاب کی فصیل کو تین بار تعمیر کیا گیا۔ پہلی مرتبہ شیر شاہ سوری نے، دوسری مرتبہ سردار لعل خان بلوچ نے ۱۷۶۱ء میں کچی فصیل کو پختہ بنایا جبکہ تیسری مرتبہ ۱۸۶۶ء میں انگریز ڈپٹی کمشنر کیپٹن ڈیوس نے ازسرِ نو کچھ تبدیلیوں کے ساتھ شہر کا نقشہ بنوا کر فصیل کو مکمل کیا۔ اس بار شہر کی دیوار میں چار بڑے دروازے، مشرق کی جانب کابلی گیٹ، مغرب کی جانب لاہوری گیٹ، شمال کی جانب جہلمی گیٹ اور جنوب کی جانب ملتانی گیٹ تعمیر کیے گئے۔

۱۸۶۵ء میں ڈپٹی کمشنر کیپٹن ڈیوس نے تیس فٹ چوڑا اور تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر لمبا بازار بنوایا۔ اسی بازار کے عین آغاز پر موجود کابلی گیٹ اپنی قدیمی شان و شوکت کا پرشکوہ منظر کچھ اس طرح سے پیش کرتا ہے کہ جیسے آپ صدیوں پرانے شہر خوشاب میں داخل ہو رہے ہوں۔

۱۹۳۵ء تک دریائے جہلم شہر کی دیواروں کے ساتھ ساتھ بہتا تھا، لیکن آہستہ آہستہ دریا شہر سے دور ہوتا چلا گیا اور اب تقریباً ڈیڑھ میل دور مشرق کی جانب بہتا ہے۔

مغل بادشاہ بابر نے اپنی سوانح حیات 'تزک بابری' میں پندرہویں صدی عیسوی میں بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ خوشاب کی وادی سون سکیسر کے حسن نے بادشاہ سلامت کو اپنی طرف متوجہ کرلیا۔ اس نے باغات اگانے کا حکم جاری کیا اور اس وادی کے بارے میں تاریخی کلمات ادا کیے۔ جو اس علاقے کے لوگوں کے لیے آج بھی باعث فخر ہیں۔ ظہیر الدین بابر نے کہا کہ: این وادی بچہ کشمیر است۔ (یعنی یہ وادی چھوٹا کشمیر ہے)

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی سے صرف چار سال قبل ۱۸۵۳ء میں تاج برطانیہ کے تحت اسے ٹاؤن کمیٹی کا درجہ ملا، بعد ازاں اسے میونسپل کمیٹی بنا دیا گیا۔ ۱۸۶۷ء میں خوشاب کو تحصیل کا درجہ دیا گیا۔ قیام پاکستان کے وقت خوشاب ضلع سرگودھا کی تحصیل تھا اور ۱۹۸۲ء میں خوشاب کو الگ ضلع کا درجہ دے دیا گیا۔ جب اسے ضلع کا درجہ ملا تو یہ دو تحصیلوں خوشاب اور نورپور تھل پر مشتمل تھا۔ اب اس میں تحصیل قائدآباد اور تحصیل نوشہرہ کا اضافہ ہو چکا ہے یوں ضلع خوشاب چار تحصیلوں خوشاب، نورپور تھل، قائدآباد اور تحصیل نوشہرہ پر مشتمل ہے۔

مشہور تعلیمی ادارے:

دینی مدارس میں جامعۃ العلوم الشرعیہ جوہرآباد مشہور ادارہ ہے جس میں کم و بیش پانچ سو کے قریب طلبہ درجۂ حفظ، تجوید و قراءت و درسِ نظامی وغیرہ کی تعلیم، طعام و قیام کی سہولت موجود ہے۔ مہتمم مولانا عبدالجبار صاحب دامت برکاتہم ہیں۔

اس کے علاوہ جامعہ سعدیہ جوہرآباد، جامعہ عربیہ مصباح العلوم ہے، جس کے بانی فاضل دارالعلوم دیوبند مولانا بشیر احمد رحمہ اللہ تعالیٰ تھے۔ اب ان کے بیٹے مولانا عبدالخالق اس ادارے کے مہتمم ہیں۔

عصری تعلیمی ادارے یونیورسٹی آف ایجوکیشن لاہور جوہرآباد کیمپس، زرعی یونیورسٹی خوشاب کیمپس، ورچوئل یونیورسٹی جوہرآباد کیمپس، گورنمنٹ کالج برائے خواتین جوہرآباد، گورنمنٹ کالج برائے خواتین خوشاب شامل ہیں۔

خوشاب کی مشہور ادبی و صحافتی شخصیات میں احمد ندیم قاسمی، واصف علی واصف، سہیل وڑائچ، عبدالقادر حسن، ڈاکٹر سید امیر کھوکھر اور توصیف قاسم اقبال ہیں۔

اہم وفاقی تنصیبات میں سکیسر بیس، پاکستان اٹامک انرجی کمشن پلانٹ گروٹ شامل ہیں۔

خوشاب کے قابل دید علاقے:

ضلع خوشاب کی انفرادیت یہ ہے کہ یہاں سرسبز میدان، پہاڑ اور صحرائی علاقے سب شامل ہیں۔ یہاں ریتیلی زمین بھی ہے، سرخ مٹی بھی۔ گرمیوں میں شدید گرمی اور

سردیوں میں شدید سردی پڑتی ہے جبکہ بالائی پہاڑی حصوں تحصیل نوشہرہ کے علاقے وادی سون سکیسر وغیرہ کے بعض علاقوں میں موسم سرما میں برف باری بھی ہوتی ہے۔ شمال میں تحصیل نوشہرہ کے پہاڑی سلسلے اور خوب صورت وادیاں ہیں۔ خصوصاً وادی سون سکیسر پاکستان کی خوب صورت ترین خطوں اور صحت افزا مقامات میں سے ایک ہیں۔ بلند پہاڑ، خوبصورتی جھیلیں اور قدرتی تالاب بکثرت ہیں۔ سکیسر کے پہاڑی سلسلے میں بلند ترین چوٹی ۴۹۹۰ فٹ بلند ہے۔ کھبیکی جھیل، اچھالی جھیل، جھیل جاہلر، کنٹی باغ مشہور قابلِ دید مقامات ہیں جن کا حسن دیکھنے کے لائق ہے۔ یہ خطہ بلاشبہ جنتِ ارضی سے کم نہیں۔

تحصیل قائد آباد میں نمک کے پہاڑی سلسلے بھی ہیں، جہاں سے نمک پورے ملک

خوشاب کی سوغات: ڈھوڈا

خوشاب کی روایتی اور خوش ذائقہ سوغات ''ڈھوڈا'' دنیا بھر میں مشہور ہے، جسے قیام پاکستان سے پہلے ہنس راج نامی ایک سکھ حلوائی نے گندم کے موٹے آٹے، خالص دودھ، دیسی گھی، گڑ، اخروٹ اور بادام جیسے میوہ جات سے بنا کر متعارف کروایا تھا۔ لالا ہنس راج حلوائی کے ساتھ ساتھ ایک پہلوان بھی تھے یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے لیے مختلف کشتے تیار کرتے رہتے تھے۔ ڈھوڈا بھی ایک انتہائی صحت بخش اور ذائقے دار غذا ہے۔

خوشاب کے رہائشی محمد امین ان کے پاس کام کرتے تھے۔ تقسیم ہند کے وقت لالا ہنس راج کو خوشاب چھوڑ کر ہندوستان جانا پڑا تو یہ فن محمد امین کو منتقل ہو گیا۔ محمد امین نے بعد میں یہ فن محمد انور کو سکھایا، یوں یہ خوش ذائقہ سوغات خوشاب کی پہچان بن گئی۔ خوشاب لاری اڈہ پر ڈھوڈا کی درجنوں دکانیں نظر آتی ہیں مگر ان میں اصل خوش ذائقہ ڈھوڈا کی صرف چند دکانیں ہی موجود ہیں جن میں انور ڈھوڈا ہاؤس، باری ڈھوڈا ہاؤس اور امین ڈھوڈا ہاؤس شامل ہیں۔

لالہ ہنس راج جو ملکاں والی گلی (موجودہ انار کلی بازار) کے رہائشی تھے۔ ان کا خاندان ہندوستانی پنجاب کے شہر کوٹ کپور میں آج بھی یہ مٹھائی بنانے کے حوالے سے مشہور ہے۔

ڈھوڈا بنانے کے لیے خالص دودھ کو پہلے کڑھائے میں اچھی طرح گرم کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد اس میں گندم، دیسی گھی، خشک میوہ جات اور مغزیات کا استعمال کیا جاتا ہے۔ مزید ڈھوڈا بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک اسپیشل ہوتا ہے جس میں میوہ جات، پستہ، بادام، گری، اخروٹ وغیرہ ڈالے جاتے ہیں اور ایک سادہ ڈھوڈا ہوتا ہے۔ میوہ جات والا ڈھوڈا بارہ سے تیرہ سو روپے کلو جبکہ سادہ ڈھوڈا ایک ہزار روپے فی کلو تک فروخت کیا جاتا ہے۔

اس کی تیاری کے لیے گندم کو کچھ دنوں کے لیے پانی میں بھگو کر رکھا جاتا ہے اور پھر اسے دستی چکی میں دلیے کی طرز پر پیس لیا جاتا ہے جسے عام زبان میں موٹا آٹا یا ڈھوڈے والا آٹا بھی کہتے ہیں۔ گندم کو بھگونے، سکھانے اور چکی سے نکالنے کے بعد اس کی شکل باجرے کے دانوں کی مانند ہو جاتی ہے۔ وہ بتاتے ہیں کہ سینہ بہ سینہ چلی آ رہی ترکیب کے مطابق آدھا کلو آٹے کا ڈھوڈا بنانے کے لیے کم از کم دس کلو دودھ ڈال کر اس وقت تک پکایا جاتا ہے جب تک اس کی مقدار دو سے ڈھائی کلو نہ رہ جائے۔ بعد ازاں اس مرکب میں برابر مقدار میں دیسی گھی ڈال کر بھون لیا جاتا ہے اور جب اس کی رنگت سرخی مائل ہو جائے تو ایک مخصوص طریقے سے اس میں چینی ڈالنے کے ساتھ ساتھ بادام، چاروں مغز اور دیگر خشک میوے شامل کر دیے جاتے ہیں۔

☆☆☆

رَختِ سَفر

RS. 450/- AFTER DISCOUNT

~~900/-~~

امت مسلمہ میں ایمانی اور اخلاقی اقدار پیدا کرنے والی

تاریخی کہانیاں

تاثرات

مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب

اس کتاب کی امتیازی خصوصیت ہے کہ اس میں جغرافیائی لحاظ سے بڑی اچھی معلومات دی گئی ہیں، نقشے شامل کیے گئے ہیں، حواشی کے اندر بھی جغرافیائی امور کی وضاحت کی گئی ہے، یعنی اس کتاب کو پڑھ کر ایک طالب علم، ایک لڑکا، ایک نوجوان ایک وقت تین فوائد حاصل کرے گا:

۱ ایک طرف وہ اردو ادب کی چاشنی بھی حاصل کرے گا۔

۲ دوسری طرف وہ اپنی تاریخ سے واقف ہوگا اور اسلامی تاریخ میں اس کی دلچسپی بھی بڑھے گی، اور وہ تاریخ کے اصل ماخذ کی طرف جا کر ان سے استفادہ کرے گا۔

۳ اس کے ساتھ ساتھ اسلامی شہروں کے جغرافیہ سے بھی کافی حد تک مناسبت ہو جائے گی۔

صفحات ۳۱۲ | مصنف محمد حذیفہ رفیق | سائز 14.5x22 cm

+92 335 1111326

+92 309 8204773

Visit our website www.zamzampublishers com.pk

میں جاتا ہے۔ خاص طور پر نمک کی کان ''کھیوڑہ'' دنیا کی دوسری بڑی نمک کی کان ہے۔

تحصیل نور پور تھل کا زیادہ تر رقبہ صحرا پر مشتمل ہے، جس میں بارانی فصل چنا اور گوار کثیر مقدار میں کاشت کیا جاتا ہے۔ اب یہ صحرائی علاقہ بھی بتدریج سرسبز ہوتا جا رہا ہے۔ نہری اور ٹیوب ویل سے زیرِ کاشت زرعی اراضی پر گندم، مکئی، باجرہ، جوار، جو، لوسرن، برسین کی فصلیں اگائی جاتی ہیں۔ پھلوں میں یہاں تربوز، خربوزے، ٹینڈے اور کدو کی سبزی بھی اگائی جاتی ہے۔ جب صحرائی رقبہ زیرِ کاشت نہ ہوں تو میلوں دور تک پھیلی ریت کا صحرائی حسن بھی دیکھنے کے لائق ہے۔

اوچھالی موہلہ خوشاب کا بہت قدیم اور خوبصورت گاؤں ہے جو تحصیل قائد آباد میں واقع ہے۔ اس گاؤں کو اولیا اللہ کی سرزمین بھی کہتے ہیں۔

اگر کھانے پینے کی نعمتوں کی بات کی جائے تو خالص دودھ، دہی، لسی، مکھن، دیسی گھی سردیوں میں ساگ کے ساتھ مکئی، باجرے کی روٹی، اس کے علاوہ دریائے جہلم کی مچھلی اور یہاں کی مشہور سوغات ڈھوڈا مرغوب غذا کے طور پر کھائی جاتی ہیں۔

یہاں کے لوگ مخلص ہیں۔ دیہاتوں میں آج بھی لوگ سادہ طرزِ زندگی اپنائے ہوئے ہیں۔ سادہ خوراک، شہر کی رنگینیوں سے دور صاف ستھری زندگی، فضا صاف ستھری آلودگی سے پاک۔ خاص طور پر تھل کے دیہات تو سادہ طرزِ زندگی میں اور زیادہ خالص پن لیے ہوئے ہیں۔

اکثر آبادی زراعت پیشہ ہے۔ اس کے علاوہ ذریعۂ معاش کے طور پر اکثر خواندہ طبقہ سرکاری و پرائیویٹ ملازمتوں سے بھی منسلک ہے۔ شرحِ خواندگی تقریباً پچاس فیصد ہے۔

خوشاب کا پوسٹل کوڈ (41000) اور فون کوڈ (0454) ہے۔

جب بھی آپ خوشاب آئیں تو ان سادہ دیسی غذاؤں کے ساتھ ان شاء اللہ تعالیٰ آپ کی خوشاب کے ڈھوڈا کے ساتھ خاطر تواضع و مہمان نوازی کریں گے!

تو کیسا لگا آپ کو میرا سوہنا شہر؟

☆☆☆

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نو عمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

104

میرِ حجاز

اظہر حسین عزمی

یثرب کی بالکل الٹ سمت میں سفر جاری تھا۔ کیونکہ دشمنوں کو جونہی ان کے نکل جانے کی خبر ملے گی، ان کی تلاش اور ناکہ بندی کا رخ سب سے پہلے شاہراہِ یثرب کی طرف ہی ہونے کا امکان تھا۔

مسافروں نے شاہراہ یمن پر چلتے چلتے تین چار میل کا فاصلہ طے کر لیا تھا۔ رات کی تاریکی میں ناہموار اور سنگلاخ راستوں پر چلنا اور اس خوف سے کہ دشمن پاؤں کے نشانات کو پہچان کر پیچھا نہ کر سکے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیشتر مسافت پنجوں کے بل چل کر طے کی تھی۔

عرب کے کھوجی تو جانوروں اور انسانوں کے پاؤں کو پہچاننے میں کمال مہارت رکھتے تھے۔ اب انھیں بڑی شاہراہ سے ہٹ کر کوہِ ثور کے ساتھ ساتھ کچھ چڑھائی کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ آپ اب بہت تھک چکے تھے۔ نوکیلے پتھروں نے پاؤں مبارک بھی زخمی کر دیے تھے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضورؐ کے قدموں میں آپ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا:

''یارسول اللہ! آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں!''

تھکن سے چور اللہ کے رسولؐ اپنے رفیق کے کندھوں پر سوار ہو گئے۔ ابو بکر نے جسم کی ساری قوتوں کو مجتمع کرتے ہوئے خود کو کھڑا کیا اور تیز مگر ثابت قدمی کے ساتھ کوہِ ثور کی چڑھائی چڑھنے لگے۔ ایک باون سالہ پیکرِ صداقت نے ترپن سالہ پیکرِ رسالت کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا۔ سفر کی تھکاوٹ بھی تھی، پہاڑ کی چڑھائی بھی، ٹھوکر کھانے کا اندیشہ بھی، مگر جذب و شوق اور عشق و مستی میں ابو بکر رفعت و بلندی کی منزلیں طے کر رہے تھے۔ بالآخر وہ اس غار کے دہانے پر پہنچ گئے جو ان کے سفر کا ایک پڑاؤ تھا۔

خار زار ٹہنیوں، ناتراشیدہ پتھروں اور گرد و غبار سے اٹا ہوا غار۔ رات کا اندھیرا اور غار کے اندر مزید گہرا اندھیرا، لیکن تھکاوٹ سے چور جسمِ رسالت کی راحت و آرام دہی کا کوئی انتظام ہو جائے، یہی ابو بکر کی لگن تھی۔

غار میں کچھ بھی تو ہو سکتا ہے، کوئی کیڑا، سانپ بچھو، کوئی چیز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اذیت کا ذریعہ نہ بنے، اس لیے عرض کیا:

''آپ تھوڑی دیر باہر ٹھہریں، میں غار کو اندر سے دیکھ لوں۔''

اندر جا کر جھاڑو دی، سارے غار کو ہاتھوں سے ٹٹولا، جہاں کوئی سوراخ معلوم ہوا اپنی چادر پھاڑ کر اس میں کپڑا ٹھونس کر بند کیا۔ چادر ختم ہو گئی لیکن ایک سوراخ اب بھی باقی تھا تو سوچا کہ اس پر اپنی ایڑی رکھ دوں گا کہ کوئی موذی کیڑا غار میں نہ آئے۔ اطمینان کرنے کے بعد باہر آئے: ''حضور تشریف لائیے۔''

ابو بکرؓ نے خالی سوراخ پر پاؤں کی ایڑی رکھی اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

رسول اکرمؐ اپنے سر کو ابو بکر کی گود میں رکھ کر لیٹ گئے۔

جب رسالت مآب سو گئے تو یارِ غار کی ایڑی پر ایک سانپ نے ڈس لیا۔

تکلیف شدید تھی لیکن حضور کے آرام کے خیال سے انھیں بتانا بھی گوارا نہ تھا۔

تکلیف سے بے اختیار آنسو بہہ نکلے جو چہرۂ رسالت پر گرے تو حضور بیدار ہو گئے۔

وجہ معلوم کرنے پر اپنا لعاب دہن ابو بکر کی ایڑی پر لگایا جس سے تکلیف کافور ہو گئی۔

(مشکوٰۃ)

★۰۰۰★

جوں جوں رات گزر رہی تھی، پیغمبرِ اسلام سحر خیزی کے معمول کا وقت قریب آ رہا تھا، ابو جہل اور اس کے ساتھیوں کی تلواروں پر گرفت مضبوط ہو رہی تھی۔

ابو جہل تصور میں پیغمبرِ اسلام کو خاک و خوں میں تڑپتا دیکھ رہا تھا اور سوچ رہا تھا: بنو ہاشم کے گھرانے میں آج صبح صفِ ماتم بچھی ہو گی۔ عبداللہ بن عبدالمطلب کی جواں مرگی پر بھی وہ گریہ نہ ہوا ہو گا جیسا آج ہو گا۔ دوسرے خاندانوں پر بنو ہاشم کی سبقت اور فخر کا ستارہ آج غروب ہو گا تو بنو ہاشم کی ذلت و نکبت دیکھنے والی ہو گی۔

سپیدۂ سحر نمودار ہو گیا لیکن محمدؐ ابھی تک بیدار نہیں ہوئے۔

''ان کی سحر خیزی تو سارے مکے میں مشہور ہے، شاید آنکھ نہیں کھلی۔''

محاصرہ کرنے والوں نے سوچا۔

تھوڑی دیر میں صبح کی ملگجی سی روشنی میں انھوں نے دیوار سے جھانک کر دیکھا تو بستر پر

مستند کتب سے کشید کی ہوئی بہترین تاریخی کتابیں... قدیم نقشہ جات اور نایاب تصاویر سے مزین معروف مصنف ابوحنظلہ سعدی کے قلم سے

بچوں اور نوجوانوں کو اپنے روشن اور تابناک ماضی سے روشناس کروانے کی ایک کوشش

ان کتابوں کے بارے میں ایڈیشنل آئی جی غلام رسول زاہد کہتے ہیں:

"مسلمانوں کے لیے تاریخ سے آگاہی کی اہمیت اس لیے بھی فزوں تر ہے کہ وہ زوال اور پستی کے دور سے گزر رہے ہیں، اس وجہ سے ان میں ایک خاص طرح کا احساس کمتری پیدا ہو چکا ہے۔ ترقی یافتہ اقوام سے مرعوبیت نے اس احساس کمتری کو مزید گہرا کر دیا ہے۔ علامہ اقبال نے بے یقینی کو غلامی سے بدتر قرار دیا ہے اور یقین کو افراد کے لیے سرمایہ ملت کا نام دیا ہے۔ جب تک ہم اپنی تابناک تاریخ اور شاندار ماضی سے رشتہ استوار نہیں کریں گے ہماری حیثیت اس شاخ بریدہ جیسی ہوگی جو فصل خزاں میں شجر سے ٹوٹ جاتی ہے اور بہار کا موسم بھی اس کے لیے امید کا کوئی پیغام لے کر نہیں آتا۔ مسلمانوں کی صدیوں پر محیط تابناک تاریخ اور کرۂ ارض کے وسیع و عریض خطوں پر نقش ان کے شاندار ماضی کے دامن میں بہت سی قابل رشک اور لازوال شخصیات ستاروں کی طرح جگمگا رہی ہیں۔ ابوحنظلہ سعدی نے ان روشن ستاروں کی منور کرنوں سے بے حد دل چسپ تاریخی پیرائے میں روشنیاں پھیلانے کی ٹھانی ہے۔ اس قابل تحسین کاوش کا مقصد شاخ بریدہ کو پھر شجر کے ساتھ پیوست کرنا ہے تاکہ عظمت اسلام کے برگ و بار اس بہار کا آغاز کریں جس نے صدیوں جہان بھر کو ثمر بار کیا تھا۔ میں انھیں اس قابل قدر کاوش پر ہدیہ تبریک اور خراج تحسین پیش کرتا ہوں۔ میری رائے ہے کہ والدین، اساتذہ کرام اور اسکول مالکان اسلامی تاریخ سے آگاہی کی اس مہم میں ابوحنظلہ سعدی کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے یہ کتابیں ضرور خریدیں۔"

نمبر شمار	کتاب کا نام	صفحات	قیمت
1	سلطان صلاح الدین ایوبیؒ (3 حصے)	658	1800/-
2	نواب حیدر علیؒ	488	1250/-
3	ارطغرل بن سلیمان شاہؒ	328	950/-
4	سلطان جلال الدین محمد خوارزم شاہؒ	296	900/-
5	باربروسہؒ	320	900/-
6	سلطان ملک شاہ سلجوقیؒ	284	900/-
7	فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ	212	800/-
8	فاتح اسپین (اندلس) طارق بن زیادؒ	240	800/-
9	سلطان نور الدین محمود زنگیؒ	204	800/-
10	سلطان بیبرسؒ	228	800/-
11	معمار اندلس عبدالرحمن الداخلؒ	248	800/-
12	سلطان الپ ارسلانؒ	188	750/-
13	فاتح چین قتیبہ بن مسلمؒ	192	700/-
14	فاتح افریقہ عقبہ بن نافعؒ	184	700/-
15	بالاپور کا قصہ اور فاتح محمدؒ	144	600/-
16	میدان قیمین کا جانباز الملک الکامل محمد الثانیؒ	120	500/-
17	فاتح صقلیہ قاضی اسد بن فراتؒ	120	500/-

حیرت انگیز آفر! 50% OFF

ابوحنظلہ سعدی کی تمام کتابیں آدھی قیمت پر

خوبصورت کتب پر مشتمل کتاب نگر میں خوش آمدید!

ہزاروں کتابیں ایک کلک پر

ہم نے آباد کیا ہے آپ کے لیے

کتابوں کا ایک نیا جہاں

ہماری ویب سائٹ پر آرڈر کرنے کا طریقہ:

ابوحنظلہ سعدی کی کتابیں آرڈر کرنے کے لیے ویب سائٹ کے ہوم پیج کے دائیں طرف Categories پر کلک کریں، پھر "Abu Hanzala Saadi" پر کلک کریں، اپنی مطلوبہ کتاب کے ٹائٹل کے نیچے "ADD TO CART" کے بٹن پر کلک کرتے جائیں، آپ اوپر دائیں جانب بنے باسکٹ کے نشان کے پاس اپنی منتخب کردہ کتب کی کل قیمت دیکھ سکتے ہیں۔ آرڈر فائنل کرنے کے لیے اس باسکٹ کے نشان پر کلک کر کے ایک مرتبہ ٹوٹل بل اور ڈیلیوری چارجز دیکھ کر "CHECKOUT" کے بٹن پر کلک کر دیں۔ اپنا مکمل نام، مکمل پتہ اور رابطہ نمبر کی مکمل تفصیلات درج کر کے "Place Order" پر کلک کر دیں۔ آپ کا آرڈر ہمیں موصول ہو جائے گا، کال کنفرمیشن کے بعد آپ کا پارسل پانچ سے سات دن تک ڈیلیور ہو جائے گا، شکریہ

ویب سائٹ: www.kitaabnagar.com

سبز چادر میں حرکت ہوئی۔ بستر پر سونے والا چادر کو سمیٹتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔

"ارے یہ تو علی ہیں۔" دیکھنے والے بیک زبان بولے۔

"تو محمد کہاں گئے؟"

"اچھا تو اس آدمی نے واقعی سچ کہا تھا۔" یہ کہتے ہوئے وہ دیوار پھاند کر اندر گئے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پکڑ لیا۔

"محمد کہاں ہیں؟" انھوں نے حضرت علی سے پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم؟" علی بن ابی طالب نے بے نیازی سے جواب دیا۔

رات بھر پہرہ دینے والے محمدؐ کے اس طرح ہاتھ سے نکل جانے پر غصے سے پاگل ہو رہے تھے۔ اتنی احتیاط اور تیاری کے باوجود ان کا سارا منصوبہ خاک میں مل گیا تھا۔ قریش کے کھسیانے سپوتوں نے اپنا غصہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر اتارا۔ انھیں گھسیٹ کر صحن حرم میں لے گئے۔ ان سے معلومات اگلوانے کے لیے ایک گھڑی انھیں زیر حراست رکھا، پھر جب خاندان بنو ہاشم کے عزیز رشتے دار آ گئے تو انھیں چھوڑنا پڑا۔

اب انھوں نے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کا رخ کیا کہ ضرور ان کے پاس ہوں گے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے بڑی بیٹی اسماءؓ بنت ابوبکر دروازے پر آئیں۔

"تمھارا باپ کدھر ہے؟"

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔" اسماءؓ نے کہا۔

"کسی کو بھی کچھ معلوم نہیں۔"

یہ کہتے ہوئے ابوجہل آگے بڑھا اور غصے سے اس زور کے ساتھ انھیں تھپڑ مارا کہ ان کے کان کی بالی نکل کر دور جا گری۔

اس کے بعد وہ کھسیانی صورتیں بنائے واپس پلٹ گئے۔

★...★

ابوبکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ اسی علاقے میں دن بھر بکریاں چراتے رہے اور جب تاریکی ہو گئی تو بکریاں لے کر غار ثور کے پاس پہنچ گئے۔

دونوں نے آسودہ ہو کر دودھ پیا۔ ابوبکر کے بیٹے عبداللہ دن بھر قریش کی مجالس میں شریک رہے تا کہ ان کے عزائم کی ٹن گن لے سکیں۔

رات کو جب لوگ سو گئے تو وہ کھانا لے کر غار میں پہنچ گئے اور دن بھر کی قریش کی کارگزاری بتائی: "سازش کی ناکامی پر مکہ میں کہرام مچا ہوا ہے۔ حضور کی تلاش میں ہر طرف ٹولیاں پھیل گئی ہیں۔ ان کا غالب گمان یہی تھا کہ حضور یثرب کی طرف گئے ہوں گے۔ اس راہ پر وہ دُور تک گئے لیکن کہیں سراغ نہ ملا۔ اس ناکامی کے بعد اب انھوں نے یہ اعلان کیا ہے کہ جو شخص بھی آپ دونوں کو زندہ یا مردہ لے کر آئے گا، قریش اسے سو سرخ اُونٹوں کا انعام دیں گے۔"

عبداللہ بن ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے رات یہیں گزاری اور رات کے آخری پہر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے اور صبح اہل مکہ کی مجالس میں اسی طرح جا بیٹھے جیسے وہ رات بھر مکہ میں ہی سوئے تھے۔ صبح سویرے عامر بن فہیرہ نے اس راہ پر بکریاں چرا کر ان کے قدموں کے نشانات مٹا دیے۔ اب روزانہ کا یہی معمول بن گیا کہ عبداللہ رات کو آتے اور قریش کی دن بھر کی کارگزاری بتاتے اور پھر واپس چلے جاتے اور عامر بن فہیرہ صبح سویرے اس راستے پر بکریاں چراتے جہاں سے عبداللہ کا گزر ہوتا تھا۔

(جاری ہے)

یہ مہینہ

بنت احمد۔ کراچی

مومنہ نے جب سے ہوش سنبھالا تھا، رمضان المبارک شروع ہونے سے پہلے دادی جان کو ہمیشہ ایک خوف کی کیفیت میں دیکھا تھا۔ وہ حیران ہوتی تھی کہ سب رمضان المبارک کی آمد پر خوش ہوتے ہیں مگر دادی خوفزدہ اور گم سم۔

وہ عمر صاحب کی سب سے چھوٹی بیٹی تھی۔ دو بھائی دو بہنیں اس سے بڑی تھیں۔ اب تو مومنہ بھی میٹرک میں تھی۔ دادی سے زیادہ قریب اور لاڈلی وہی تھی، سو دوسرے بچوں کی بنسبت وہ ہر بات کو نوٹ کرتی تھی۔ جب وہ چھوٹی تھی تو خوب خوش ہوتی تھی رمضان کی آمد پر۔ افطاری کا اہتمام ہوتا، مزے مزے کے پکوان بنتے اور مختلف شربت، پھر محلے میں کسی نہ کسی گھر میں شوق سے افطاری کی بجی ہوئی ٹرے لے کر جاتا۔ سحری میں بھی منع کرنے کے باوجود اٹھ جاتا۔ سحری میں کھجلہ، پھینی کی خاص سوغات، کبھی دودھ جلیبی۔ غرض کہ ایک رونق ہوتی تھی مگر دادی جان تو شعبان میں خاموش سی ہو جاتیں، زیادہ تر تو وہ برآمدے میں بچھے اپنے تخت پر کبھی قران، کبھی تسبیح، کبھی دعا مانگ رہی ہوتیں۔ اکثر سحری بھی اپنے تخت ہی پر کرتیں اور مومنہ نے ان دنوں انھیں اکثر دعا میں روتے ہوئے دیکھا تھا، ایک جملہ تو اکثر اس کے کان میں پڑتا:

"اے اللہ! رمضان المبارک میں محروم نہ کرنا، معاف کر دینا۔"

وہ اس بات کو سمجھ نہ پاتی۔ اب وہ خود بھی بڑی ہو گئی تھی۔ روزے رکھتی تھی، سو اس نے سوچا کہ دادی سے اس طرز عمل کی بابت پوچھوں تو سہی کہ سب تو اس طرح نہیں کرتے۔

آخر رمضان المبارک سے چند دن پہلے وہ دادی جان کے پاس تخت پر آ بیٹھی اور بولی:

"دادی! کیا آپ کو رمضان کے آنے کی خوشی نہیں ہوتی؟"

"ہائیں کیوں بیٹا! خوشی کیوں نہیں ہوگی؟" انھوں نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"تو پھر آپ رمضان کے آنے پر خوشی کا اظہار کرنے کی بجائے خاموش سی کیوں ہو جاتی ہیں؟"

دادی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور بولیں: "بیٹا! تم نہیں سمجھو گی۔"

"نہیں آپ بتائیں کیا بات ہے؟ اب میں اتنی بھی چھوٹی نہیں ہوں۔"

مومنہ نے لاڈ سے دادی کے گھٹنوں پر سر رکھا۔

دادی نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا، پھر بولیں: "بیٹا! تم نے وہ مشہور حدیث تو سنی ہوگی کہ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر کی پہلی سیڑھی پر قدم مبارک رکھا اور فرمایا آمین، پھر دوسری پر، پھر تیسری پر اور ہر بار اسی طرح آمین کہا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا کہ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا، کیا خاص بات ہے؟

فرمایا (مفہوم): ابھی جبرئیل امین تشریف لائے تھے اور تین باتوں پر 'بددعا' دی اور میں نے آمین کہا جس میں ایک یہ تھی کہ "ہلاک اور برباد ہو جائے وہ شخص جو رمضان المبارک کا مہینہ پا کر بھی اپنی مغفرت نہ کروا سکے۔"

دادی جان اتنا کہہ کر خاموش ہو گئیں۔

مومنہ جو بڑے غور سے سن رہی تھی، بول اٹھی: "تو پھر دادی!"

"بھئی پھر کیا، دیکھو ناں رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ شیاطین کو قید کر دیتے ہیں کہ میرے بندے جو میری عبادت کریں گے، روزے رکھیں گے تو انھیں مشکل پیش نہ آئے۔ اب سوچو کہ اللہ رب العزت تو ہم پر اتنے مہربان ہوں کہ شیاطین کو قید کر دیں، لیکن ہم اپنے نفس کو اتنا جری کر لیں کہ وہ ہم سے اس مبارک مہینے میں بھی گناہ کروائے اور اللہ تعالیٰ کو ناراض کر دے، تو میری بچی! بس ہر وقت یہی خوف رہتا ہے کہ اس مہینے کوئی گناہ نہ ہو جائے۔ کوئی ایسی بات نہ کروں جو پکڑ کا ذریعہ بن جائے۔ اسی لیے خاموش رہنے کی کوشش کرتی ہوں کہ غیبت نہ ہو جائے، کیونکہ اس مہینے میں اگر نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے تو گناہ کی پکڑ بھی سخت ہے۔" دادی جان نے تفصیل سے اسے سمجھایا۔

مومنہ غور سے سن رہی تھی۔

"تو دادی! کیا بالکل ہی بات نہیں کرنی چاہیے؟"

"ارے نہیں بیٹا! ضرورت کی بات تو کریں گے اور آپس میں مل کر کوئی اچھی بات بھی کرنی چاہیے کہ ہر اچھے بول کا اجر بھی بڑھ جاتا ہے۔ تلاوت، ذکر، قران اور دعاؤں میں زیادہ وقت گزرے، ہر وقت تصور ہو کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں۔ مجھ سے ناراض نہ ہو جائیں۔ اگر اس مہینے میں بھی اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تو کب راضی کریں گے؟ بس یہی خوف ہر وقت رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت فرمائے، آمین۔"

بات کرتے کرتے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

مومنہ سوچ رہی تھی کہ ہم تو بس مزے مزے کے پکوان، افطار پارٹیوں اور عید کی تیاریوں ہی میں مگن رہتے ہیں کبھی اس طرف ذہن ہی نہیں گیا۔ اللہ تعالیٰ مجھ سمیت سب مسلمانوں کو رمضان کی رحمتیں اور برکتیں نصیب کرے اور سب کی مغفرت فرمائے، آمین!

☆☆☆

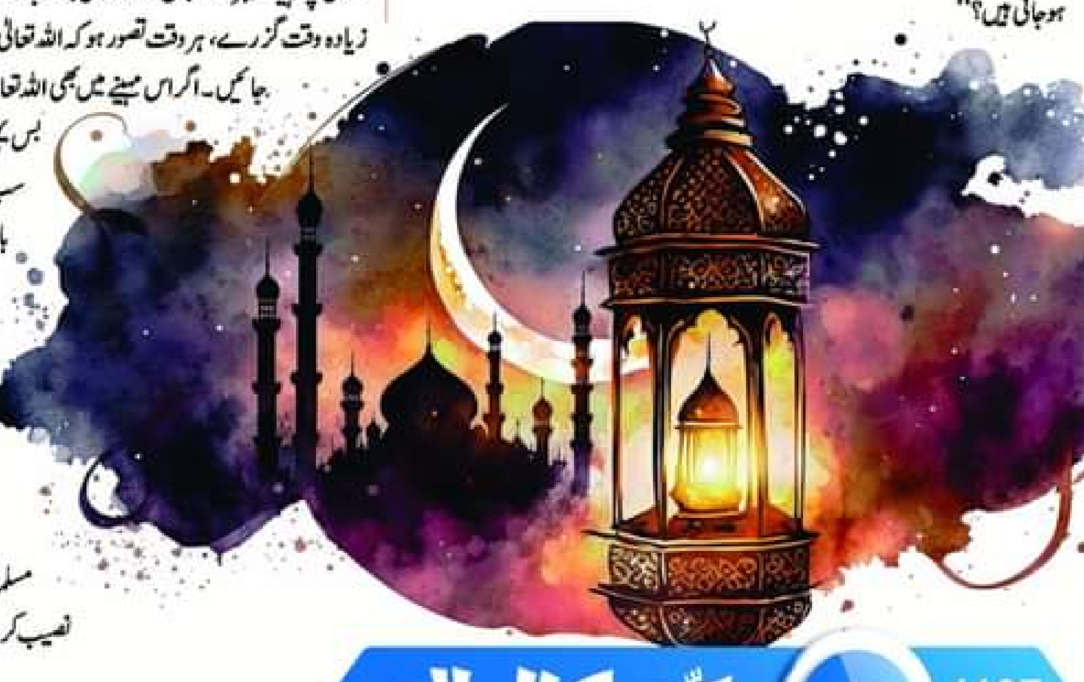

محنت کا سبق

محمد ایوب قمبرانی

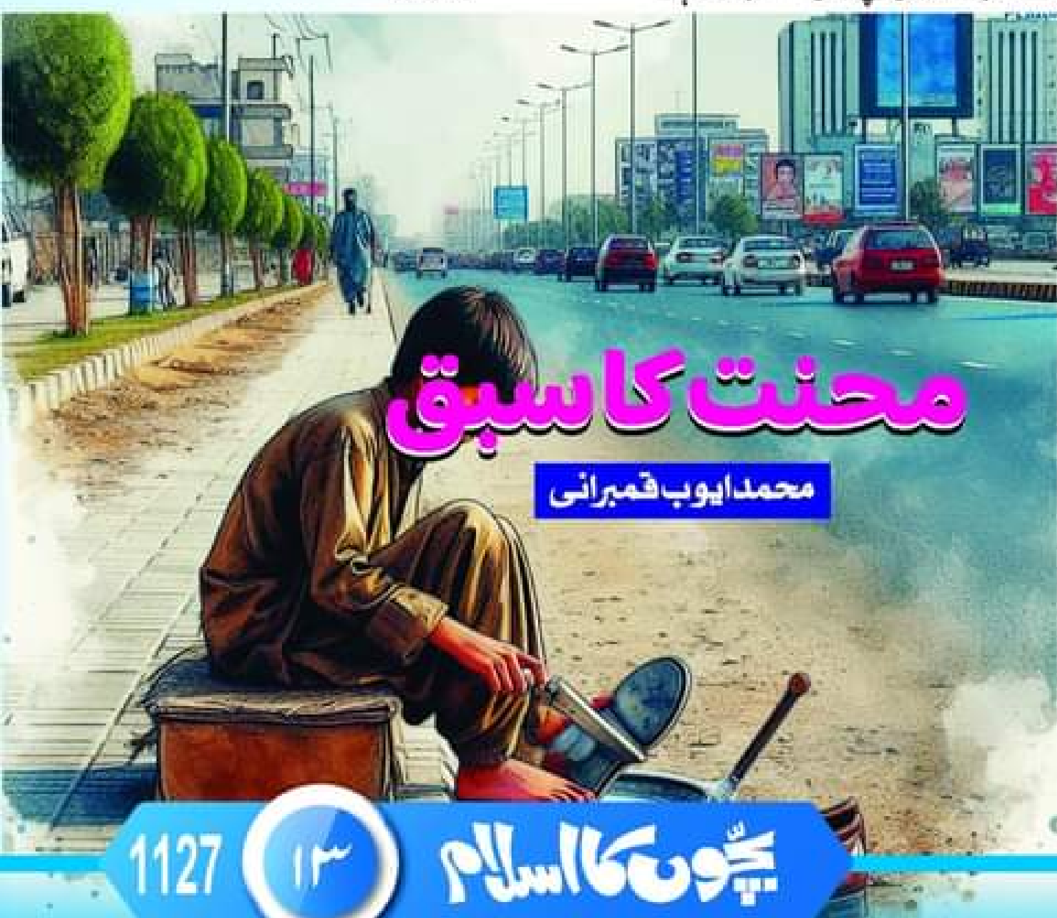

ہم ۱۹۸۸ء میں نویں کلاس میں پڑھتے تھے۔ اس وقت اسکول یونیفارم میں اونٹ کے رنگ کی شلوار قمیض اور سفید جوتے ہوتے تھے۔

ہیڈ ماسٹر صاحب یونیفارم کے معاملے میں بہت سختی سے پیش آتے تھے اس لیے تمام طلبہ یونیفارم پہن کر آتے تھے سوائے دو ایک کے جو غریب تھے۔

ایک دن صبح کی اسمبلی کے دوران میٹرک کے طالب علم بھکومل بغیر یونیفارم کے اسمبلی کی قطار میں کھڑا تھا۔ جیسے ہی ہیڈ ماسٹر کی نظر اس پر پڑی، بہت ہی غصے میں بھکومل کو کالر سے پکڑ کر باہر نکالا۔

ہیڈ ماسٹر کا غصہ دیکھتے ہوئے بھکومل زور زور سے کہنے لگا: ''سائیں! میری بات سنیں، میری بات تو سنیں۔ میرا باپ بہت غریب آدمی ہے وہ مجھے کہاں سے یونیفارم اور جوتے لے کر دے؟ مجھے آپ ماریں نہیں میں کل سے اسکول نہیں آؤں گا۔''

یہ بات سن کر ہیڈ ماسٹر جناب غلام حیدر کھوکھر نے اسے چھوڑ دیا اور اسٹیج پر جا کر تمام طلبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا کہ اسمبلی کے بعد بھکومل ایک ایک کلاس میں آئے گا۔ آج آپ کو جو جیب خرچی ملی ہے وہ آپ بھکومل کو دے دینا تاکہ وہ یونیفارم خرید سکے۔''

میرے پاس جیب خرچ کے حسب معمول آٹھ آنے تھے۔ سوچا آج کے دن سموسے نہیں کھاؤں گا وہ میں بھکومل کو دے دوں گا۔

ہم ابھی کلاس میں بیٹھے ہی تھے کہ ہمارے کلاس ٹیچر استاد فقیر محمد حیات ہسبانی کلاس میں آگئے۔ تھوڑی دیر بعد بھکومل بھی اپنے استاد سے اجازت لے کر ہماری کلاس میں داخل ہوا۔

اس کے ہاتھ میں ایک ایک روپے کے چند نوٹ اور کچھ سکے تھے جو شاید اس نے اپنی کلاس سے جمع کیے تھے۔

استاد فقیر محمد حیات ہسبانی کو جب تفصیل پتا چلی تو بہت غصے میں آگئے۔ ہم سب کو منع کیا کہ کوئی بھی اسے پیسے نہیں دے گا اور بھکومل کی جانب دیکھتے ہوئے غصے سے کہا کہ کیا بھیک مانگتے پھرتے ہو۔ کیا غربت کی آڑ میں ساری زندگی بھیک مانگتے پھرو گے؟ واپس اپنے کلاس میں جاؤ اور جن جن سے پیسے لیے ہیں، انھیں واپس کر کے آؤ، میں تمھیں یونیفارم لے کر دوں گا۔

بھکومل استاد کے کہنے پر واپس اپنی کلاس میں گیا اور سب لڑکوں کو ان کے پیسے واپس کر کے آگیا۔ استاد فقیر محمد حیات ہسبانی نے پوچھا کہ شام کے وقت کون سا کام کر سکتے ہو؟

بھکومل نے جواب دیا کہ میرا باپ موچی ہے، میں بوٹ پالش اور جوتوں کی مرمت کا کام کر سکتا ہوں مگر میرے پاس سامان خریدنے کے لیے پیسے نہیں ہیں۔

استاد جی نے پوچھا:

''کتنے پیسے چاہییں ہوں گے؟''

اس نے کہا: ''ایک لکڑی کی پیٹی، چند برش اور پالش وغیرہ کے لیے کل ملا کر کوئی ڈیڑھ سو روپے لگیں گے۔

استاد جی نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال۔ اسے ڈیڑھ سو روپے گن کر دیے اور کہا: ''یہ ادھار ہے، تم مجھے روز کے حساب سے ہر ہفتے سات روپے واپس کرنا۔''

اس کے بعد مجھ سے کاپی مانگی اور اس کے تین کورے صفحات پھاڑ کر نکالے اور ان پر کچھ لکھنے لگے، پھر تینوں چٹھیاں بھکومل کو دیتے ہوئے کہا کہ ایک چٹھی رشید پنجابی کو دینا وہ تمھیں کپڑا دے گا اور تمھیں ایک روپیہ روزانہ کے حساب سے اس کا قرض واپس کرنا ہے، دوسری چٹھی خالق منگی کو دینا وہ تجھے نئے جوتے دے گا اسے بھی ایک روپیہ روز کے حساب سے قرضہ واپس کرنا ہے، یہ تیسری چٹھی یوسف درزی کو دینا وہ تمھیں یونیفارم سی کر دے گا اسے بھی ایک روپے روزانہ دینے ہیں، چار روپے قرضہ اتارنے کے لیے تمھیں ہر صورت میں اتنا کمانا ہیں تاکہ تم قرضہ چکا سکو اور اسے کے بعد تمھیں اپنی محنت کے ذریعے آگے بڑھنا ہے۔ ایک بار بھیک مانگنے کی عادت پڑ گئی تو ساری زندگی بھیک مانگتے ہی گزرے گی۔

بھکومل وعدہ کر کے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد میں استاد نے ہمیں کہا کہ آپ لوگ اپنے جوتوں کی مرمت اور بوٹ پالش ہمیشہ بھکومل سے کروایا کریں۔

خیر وقت تیزی سے گزرتا چلا گیا۔ بارہ سال پلک جھپکتے گزر گئے۔ ۱۹۹۹ء میں ہائی اسکول کرونڈی میں دسویں کلاس کے طلبہ کی الوداعی پارٹی دی جا رہی تھی۔ استادوں کے ساتھ شہر کی معززین کو بھی دعوت تھی۔

تقریر کرنے کے لیے شہر کی ایک بڑی فلور مل کے جنرل منیجر کو دعوت دی گئی۔ سفید کاٹن کے سوٹ میں ملبوس، ماتھے پر ری بین کا چشمہ رکھے جب وہ تقریر کرنے آئے تو اپنی تقریر میں اسی اسکول میں پیش آئے ۱۹۸۸ء کا درج بالا قصہ سناتے ہوئے زار و قطار رونے لگے۔

جی ہاں وہ بھکومل تھے۔

انھوں نے اسٹیج پر بیٹھے اپنے استاد فقیر محمد حیات ہسبانی کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا کہ کس طرح ایک کامل استاد نے مجھے بھیک مانگنے سے بچایا اور محنت کا سبق دیا۔

آج کل مدد کے نام پر جو بھیک بانٹی جا رہی ہے۔ اس سے ہم مستقل بھکاری پیدا کیے جا رہے ہیں۔ بچوں کو محنت کا سبق دینے کے لیے ہمیں استاد فقیر محمد حیات جیسے استادوں کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

ضروری اعلان

رسائل گھر بیٹھے حاصل کیجیے!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

اطلاعاً عرض ہے کہ بڑھتی ہوئی مہنگائی کی وجہ سے روزنامہ اسلام کے صرف اسلام آباد اور لاہور ایڈیشن کو پہلی جنوری سے بند کر دیا گیا ہے، لیکن الحمدللہ مرکزی دفتر کراچی اور ملتان سے بدستور اخبار چھپ رہا ہے، نیز دونوں ہفت روزے بچوں کا اسلام اور خواتین کا اسلام بھی اسی آب وتاب سے اتوار اور بدھ کو شائع ہو رہے ہیں!

قارئین جو یہ سطور پڑھ رہے ہیں، ان سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنے رشتے داروں، دوستوں اور دائرہ بچوں/خواتین کا اسلام کے اُن قارئین کو جنھیں آپ کسی طرح بھی جانتے ہیں اور انھیں رسائل نہیں مل پا رہے، یا ہاکر انھیں منع کر رہے ہیں تو براہِ کرم ہماری نمائندگی کرتے ہوئے اُن تک یہ بات پہنچائیے کہ بالکل پریشان نہ ہوں، دونوں رسائل باقاعدگی سے شائع ہو رہے ہیں اور ہر شہر کی ایجنسی کے پاس حسب سابق پہنچ بھی رہے ہیں۔

پھر بھی اگر کسی وجہ سے آپ کی رسائی آپ کے محبوب رسائل تک نہیں ہو رہی تو ایک بہت آسان اور سہولت والا طریقہ یہ ہے کہ کراچی دفتر رابطہ کر کے اپنے گھر کے پتے پر دونوں یا کوئی بھی ایک رسالہ سال بھر کے لیے لگوا لیجیے۔

یہ طریقہ بہت آسان بھی ہے اور نسبتاً سستا بھی۔ بازار ہاکر کے پاس جا کر رسالہ خرید لانے میں پھر بھی کچھ وقت اور کرایہ وغیرہ لگتا ہے، جبکہ سالانہ ممبر شپ لینے سے آپ کے رسائل کراچی دفتر سے براہِ راست آپ کے پڑھنے کی میز پر اسی دن بلکہ ایک آدھ دن پہلے ہی پہنچ جاتے ہیں اور وہ بھی کسی قسم کا اضافی خرچ کیے بغیر۔ جی ہاں! دونوں رسائل کی ہوم ڈیلیوری بالکل مفت رکھی جا رہی ہے۔ آپ کی طرف سے ڈاک خرچ ادارہ ادا کرے گا۔ آپ صرف شمارے کی قیمت جو چالیس روپے ہے اور سرورق پر لکھی ہوئی ہے، وہ ادا کیجیے اور پورے سال کے باون ہفتے اپنے گھر کی چوکھٹ پر اپنے لاڈلے رسائل کو حاصل کیجیے۔

چالیس روپے فی شمارے کے حساب سے سال کے باون ہفتوں کے کل اکیس سو روپے ہوتے ہیں، آپ سو روپے مزید کم کرتے ہوئے صرف مبلغ دو ہزار روپے فی شمارہ (یا دونوں رسائل کے چار ہزار روپے) ادا کیجیے اور پورے سال گھر بیٹھے رسائل حاصل کیجیے۔

طریقہ کار بہت آسان ہے:

رابطہ نمبر (03213557807) پر ایزی پیسہ کا اکاؤنٹ موجود ہے۔ اسی طرح آپ یہ رقم ہمارے بینک اکاؤنٹ میں بھی جمع کرا سکتے ہیں (بینک اکاؤنٹ کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے)۔ دونوں میگزین کے چار ہزار روپے یا کسی بھی ایک میگزین کے دو ہزار روپے اپنی سہولت کے مطابق ایزی پیسہ کروائیے یا بینک اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیجیے، بعدازاں پیسے بھیجنے کی کمپنی رسید اور اپنا مکمل پتا اسی نمبر پر واٹس ایپ کر کے حکم کیجیے کہ آپ کے نام رسائل جاری کر دیے جائیں۔ فون پر رابطہ کرنا چاہیں تو اسی نمبر پر علاوہ اتوار، دفتری اوقات صبح نو سے شام چار بجے تک کال بھی کر سکتے ہیں۔

اس ترتیب کے علاوہ اگر آپ ہر ہفتے ہی رسائل خریدنا چاہتے ہیں تو اپنے اپنے شہر کے ہاکر کو بھی کہہ سکتے ہیں کہ وہ آپ کو اخبار مارکیٹ کی ایجنسی سے شمارہ حسب سابق لا کر دے۔ اگر ہاکر منع کر دے تو شہروں کے ایجنسیوں کے نمبر بھی ذیل میں دیے جا رہے ہیں، فون کر کے ان سے منگوا لیجیے۔

لاہور:	شفیق صاحب	(03324776628)
اسلام آباد:	عدنان صاحب	(03005151136)
ملتان:	ملک ایوب صاحب	(03007353405)
کراچی:	اسلم صاحب	(03002125353)

دعا ہے کہ ہمارا آپ کا ساتھ تادیر رہے اور بخیر وعافیت رہے، آمین!

مدیر
روزنامہ اسلام

Account Title: Daily Islam
Bank Account No: 0758-1006122719
Bank Alfalah Nazimabad No 6 Karachi.

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

☆ چاچو! بچوں کا اسلام میں آمنے سامنے میں آصف محمود قاسمی کی بیماری کے بارے میں پڑھا تو بہت دکھ ہوا۔ ہم ان کے لیے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو صحت و عافیت کے ساتھ رہائی عطا کرے۔ ہمارے دادا ابو کے پاس پتھری کے اخراج کا نسخہ ہے۔ وہ خود بھی اس بیماری کے مریض ہیں اور انھوں نے بہت سے لوگوں کو یہ نسخہ دیا اور شفایاب پایا۔ نسخہ یہ ہے۔ دس سے پندرہ دانے (سیپیاں) جو پنساری سے ملتی ہیں لے لیں۔ ایک کلو لیموں کا پانی نکال لیں۔ اس پانی کو چھان کر ایک بوتل کے اندر سیپیاں ڈال دیں۔ جب وہ اس پانی کے اندر حل ہو جائیں تو چھان کر محفوظ کر لیں اور ہر کھانے کے بعد ایک چمچ آدھے گلاس سادہ پانی میں ڈال کر استعمال کریں۔ ان شاء اللہ پتھری خود بخود اور بنا تکلیف کے نکل جائے گی۔ چاچو جی! یہ نسخہ ان کو بتا دیں اور اگر آپ کہیں تو ہم یہ دوائی تیار کر کے آپ کو بھجوا دیں۔

(مصباح، خنساء۔ کوٹ ادو)

ج: ہمیں بھجوائیں گی تو ہم انھیں کیسے بھجوائیں گے۔ یہ سادہ سا نسخہ ہے، ان شاء اللہ تعالیٰ آصف بھائی کے اہلِ خانہ بنا لیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہت جزائے خیر عطا فرمائے آمین!

☆ شمارہ ۱۱۱۳ کی 'دستک' نے دل لبھا لیا۔ دستک نے مدینے کا اشتیاق مزید بڑھا دیا۔ 'ثمرِ اجلاس' پروقار رہا۔ قسط وار کہانی سسپنس والی تھی مگر 'جاری ہے' نے سسپنس مزید بڑھا دیا۔ 'پرکا کوا بن گیا' حیران کن بھی تھی کہ ایک چھوٹی خبر اتنی بڑی بن گئی۔ 'سزا' معاشرتی اور اصلاحی کہانی تھی۔ نظم 'کتے بنے رہے' اچھی تو تھی مگر عنوان کچھ عجیب سا لگا۔ 'گھڑی کی تاریخ' ایک بہت ہی مفید اور معلوماتی مضمون تھا۔ 'آمنے سامنے' کے پہلے ہی خط نے دل کو ہلا دیا۔ خدا ایسے قیدیوں کو صحت یابی اور رہائی عطا فرمائے۔ شمارہ ۱۱۱۳ کی جو سب سے جاندار اور شاندار تحریر لگی وہ 'گیارہویں سنچری کا جائزہ' تھی۔ ماشاء اللہ کیا خوب مختار صاحب نے محنت کی جس میں پورے دو سال کے شماروں پر اکٹھے ہی تبصرہ اور جائزہ بھی ہو جاتا ہے۔ ہماری دعاؤں کا انعام آپ کے لیے مگر مدیر صاحب بھی کوئی انعام ضرور دیں۔ 'مکمل کرنے والا' رضائے الٰہی حاصل کرنے کا نسخہ بتا رہی تھی۔ 'اعتراف' نے مردہ ضمیر والوں کو بیدار کیا۔ ہمارے ایک ہنساتے مسکراتے لکھاری جناب شاہد فاروق پھلور صاحب نے آج کل 'خواتین کا اسلام' میں حاضری شروع کر دی ہے۔ یہاں پر شمارہ ۱۰۷۳ سے غیر حاضر ہیں، آخر کیوں؟

(مولانا محمد اشرف۔ حاصل پور)

ج: ایک جانور کا نام چونکہ ہمارے ہاں گالی میں عام استعمال ہونے لگا تو اس کے نام پر عنوان بھی ہمیں عجیب لگنے لگا۔ حالانکہ نام تو اس کا قرآن و حدیث میں ذکر ہوا ہے۔ باقی آپ کی 'کیوں' کا تو شاہد فاروق بھائی ہی جواب دے سکتے ہیں۔

☆ مدیر چاچو! ہمارے منے ماموں نے مجھے الف نمبر پڑھتے دیکھا تو اچک لیا۔ فہرست دیکھی تو خوش ہو گئے۔ فوراً نہ صرف الف نمبر منگوایا بلکہ اشتہار دیکھ کر آپ کی تینوں کتابیں بھی۔ ان کے پڑھنے کی رفتار ناقابلِ یقین ہے۔ آپ حیران ہوں گے کہ آپ کی 'دل پہ دستک' اور 'کہانی ایک سفر کی' انھوں نے صرف دو دن میں پڑھ لیں، البتہ 'آئینہ گفتار' خواتین کی کتاب سمجھ کر مجھے تھما دی۔ میں نے ماموں کو بہت کہا کہ یہ کتاب اور خواتین کا اسلام کا الف نمبر بھی بہت ہی زبردست ہے، مگر وہ کہتے ہیں کہ یہ تو عورتوں کا رسالہ ہے۔ جبکہ سارہ الیاس کی کتاب 'زمزم ہی تو ہے' وہ پڑھ چکے ہیں۔ مدیر چاچو! کیا یہ تضاد نہیں؟

(خدیجہ ارشد۔ حیدرآباد)

ج: بالکل، بہت بڑا تضاد ہے۔ ویسے ہم نے جواب سوچا تھا کہ لکھیں گے کہ ماموں بچے بھی تو نہیں ہیں، پھر بچوں کا رسالہ کیوں شوق سے پڑھ رہے ہیں؟ مگر پھر "منے ماموں" پر نظر جم گئی! قطعِ نظر برطرف، ماموں جان کو کہیے کہ ایک بار کتاب 'آئینہ گفتار' نہ سہی خواتین کا اسلام کا الف نمبر ضرور دیکھ کر دیکھیں، مکمل کیے بنا رکھ نہیں سکیں گے ان شاء اللہ۔ اور جیسی ان کی رفتار ہے تو شاید دو گھنٹے میں مکمل کر دیں۔ ماموں بھانجی سلامت رہیں!

☆ شمارہ ۱۱۱۶ میں قرآن والحدیث میں نیک لوگوں کی آرزو پڑھی اور چپکے سے دعا کی۔ دستک جناب اعظم طارق کوہستانی کے نام تھی۔ بچوں کا آشیانہ کے مدیرِ اعلیٰ کا نام بھی یقیناً وہی ہے جو بچوں کا اسلام کے مدیر مسئول کا ہے۔ نظم 'ہمارے گھر میں جب دادا دادی' میں جناب اثر صاحب نواسے کی خوشی مناتے نظر آئے۔ 'کوٹھری کا بھوت' کہانی کے لکھاری شاید وہی ہیں جن کا جناب اشتیاق احمدؒ نے میری کہانی میں ذکر کیا ہے۔ 'گیارہویں سنچری کا جائزہ' پڑھ کر ایک ایک سطر سے تجزیہ نگار کی محنت کا اندازہ ہو رہا ہے۔ 'کچھ غیر معمولی ریکارڈ' ایک حیرت انگیز لگی۔ زیادہ حیران کن بات یہ تھی کہ یہ تمام ریکارڈ غیر مسلموں کے تھے۔ 'قرآن میں ہے' حافظ عبدالرزاق خان باتوں باتوں میں مقصد سے آگاہ کر دیتے ہیں۔ ویسے آج کل قرآن سے نکالے گئے خود ساختہ ناموں کی شرح میں اچھا خاصا اضافہ ہو رہا ہے۔

(رملہ فرحان۔ حیدرآباد)

ج: جی ہاں! سعید لخت وہی ہیں۔ جہاں تک قرآن سے نکالے گئے عجیب ناموں کا ذکر ہے تو ہم نے ابھی کچھ عرصہ قبل ہی خواتین کا اسلام میں ایسے ناموں کا پوسٹ مارٹم کیا تھا۔

☆ شمارہ ۱۱۰۲ کی 'دستک' محبت بھرے شکوے قارئین کی مدیر سے محبت کو خوب ظاہر کر رہی تھی۔ قارئین نے ایک تصوراتی سفر کی روداد کو جس طرح پسند کیا ہے بالکل حق بجانب ہے۔ یہ روداد تھی ہی اتنی دلچسپ۔ بنت شبیر احمد کی تحریر 'دو کام کر لو' میں نوجوان کی نماز کے لیے اتنی فکر دیکھ کر رشک آیا۔ 'تم وہ نہیں ہو' ابوالحسن حمزہ قدیم عربی کہانی نے لطف دیا۔ 'انتقام' ابوالقاسم کے اچھے فعل نے فضل حق کی آنکھیں کھول دیں۔ سعید لخت کی یہ بہترین کہانی تھی۔ 'چیلوں کی شاہانہ اڑان' عنایت الرحمن معلوماتی تحریر تھی۔ 'رٹا نہ لگائیں' فاطمہ نور صدیقی رٹا لگانے والے بچوں کے لیے نصیحت تھی۔ محترمہ عشرت جہاں کا خط دیکھ کر خوشی ہوئی۔ لکھاری حضرات کو بھی آمنے سامنے کی اس پیاری محفل میں وقتاً فوقتاً شرکت کرنی چاہیے۔

(حیا احمد۔ کراچی)

ج: حالانکہ حضرات تو پھر بھی شرکت کرتے ہیں، لکھاری خواتین تو بہت کم ہی اس محفل میں آتی ہیں۔

☆ شمارہ ۱۱۰۹ کا سرورق دیکھتے ہی دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ آپ دستک میں ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت کی یاد دہانی کروا رہے تھے۔ میر حجاز سے بہت معلومات حاصل ہو رہی ہیں جونہی اس جملہ پر پہنچا کہ عداس! انگوروں کا ایک اچھا سا خوشہ باغ کے دروازے کے پاس بیٹھے مسافر کو کھانے کے لیے دے آؤ تو پڑھتے ہی وہ مناظر ہماری آنکھوں میں گھومنے لگے، جب ہماری بس اس مقام پر رکی تھی۔ پروفیسر اسلم بیگ 'پہلی جھلک' کے عنوان سے اپنے دوست کے حوالے سے مہکتے گلاب قارئین کی نذر کر رہے تھے۔ آمنے سامنے میں امیمہ اکبر نے شکر پڑیاں کے بارے میں تبصرہ کیا۔

(شکریہ امیمہ بہن) (حاجی جاوید ساقی۔ احمد آباد، 18 ہزاری، جھنگ)

ج: اللہ تعالیٰ تصور کی آنکھ کے ساتھ ساتھ حقیقی آنکھ سے بھی بار بار یہ مناظر آپ کو دکھائے، آمین!

☆ اوٹ رے اوٹ ناول پر جناب اشتیاق احمد رحمۃ اللہ کا نام مبارک بڑی شان و شوکت کے ساتھ جگمگا رہا تھا۔ دیکھتے ہی سارے وجود میں ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ ایسا محسوس ہوا جیسا وہ ابھی تک ہمارے درمیان ہیں۔ باپ بیٹے کو ایصالِ ثواب کرنے کے بعد آمنے سامنے کی محفل دیکھی تو سب سے پہلے محمد اقراش عاصم کا خط تھا۔ بڑے اچھے انداز میں تبصرہ فرما رہے تھے۔ آخری کرسی پر نظر پڑتے ہی اچھل پڑی کیونکہ میرا نام تھا۔ چاچو حاجی آپ کتنے پیارے انداز میں دعائیں دیتے ہیں کہ یقین سا ہو جاتا ہے کہ ضرور قبول ہوں گی۔ پروفیسر محمد اسلم بیگ کے قلم سے پہلی جھلک بہت مزیدار کہانی تھی ان سے گزارش ہے کہ ایسے دلچسپ واقعات قارئین تک پہنچاتے رہیں۔

(منیبہ جاوید۔ احمد آباد 18 ہزاری جھنگ)

ج: ہر سال نومبر میں جناب پروفیسر صاحب اپنی یادوں کی پٹاری کھولتے ہیں اور ان سے وابستہ کوئی بھولی بسری یاد کھوج لاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اسلم بیگ صاحب کے ایمان و عمل اور علم و عمر میں خوب برکت عطا فرمائیں، آمین!

☆☆☆

سوشل میڈیا پاکستان

اگر آپ سوشل میڈیا پاکستان میں ایڈ ہونا اور مندرجہ ذیل مواد حاصل کرنا چاہتے ہیں

۱۔ تمام پاکستانی اخبارات
۲۔ انٹرنیشنل اخبارات
۳۔ انٹرنیشنل میگزین اور سنڈے میگزین
۴۔ نوکریوں کے اشتہارات
۵۔ اخباراتی کالمز اینڈ ٹینڈرز
۶۔ سکول، کالج اینڈ یونیورسٹیز ایڈمیشن انفارمیشن
۷۔ ویب سیریز فلمیں، ڈرامے
۸۔ انگلش فلمیں
۹۔ انڈین ڈرامے، شوز اینڈ فلمیں
۱۰۔ ڈبلیوڈبلیوای ریسلنگ
۱۱۔ حقیقت ٹی وی ویڈیوز
۱۲۔ پاکستانی ڈرامے، ٹاک اینڈ گیم شوز
۱۳۔ PDF کتابیں اور ناولز
۱۴۔ مہندی، ہیئر اینڈ حجاب اسٹائل
۱۵۔ سلائی، کوکنگ، ہیلتھ اینڈ بیوٹی ٹپس
۱۶۔ کارٹونز اینڈ کارٹونز کہانیاں
۱۷۔ اسپورٹس ویڈیوز
۱۸۔ سبق آموز، معلوماتی اور دلچسپ ویڈیوز
۱۹۔ نیوز ہیڈ لائنز : صبح 6، صبح 8، صبح 10، دوپہر 12، سہ پہر 3، شام 6، رات 9، اور رات 12 بجے کی ملیں گی۔

۲۰۔ صرف نیوز پیپرز حاصل کرنے والے افراد اسپیشل فیس ادا کر کے نیوز پیپر گروپ جوائن کر سکتے ہیں۔

ابھی گروپ کی فیس 100 روپے ماہانہ ادا کریں اور سوشل میڈیا پاکستان کا حصہ بنیں۔

فیس جمع کروانے کا طریقہ

جاز ای ٹرانزیکشن کرنے کیلئے سب سے پہلے اپنے جاز کیش اکاؤنٹ سے #10*786* ڈائل کریں

اور اسکے بعد جب آپ سے TILL ID پوچھا جائے تو یہ TILL آئی ڈی 00197661

لکھ کر OK کریں۔ اور پھر گروپ کی فیس لکھ کر OK کریں اور پھر اپنا پن کوڈ لکھ کر OK کریں

اور 8558 سے آنے والا پیغام ایڈمن ظہور احمد کو نیچے دیئے گئے اسکے نمبر پر واٹس ایپ کریں

تاکہ وہ آپکو واٹس ایپ گروپ سوشل میڈیا پاکستان میں ایڈ کر سکے۔

مزید معلومات کیلئے رابطہ نمبرز

محمد ظہور احمد محمد خالق حسن محمد شریف خان

0320-7336483 0342-4938217

سوشل میڈیا پاکستان

گروپ کے قوانین

۱۔ گروپ میں نمبر تبدیل کی اجازت نہیں ہے۔ جو بھی نمبر تبدیل کریگا اسی وقت ریموو کر دیا جائے گا۔

۲۔ نمبر تبدیلی کی وجہ سے **ریموو ممبر** کو دوبارہ ایڈ ہونے کیلئے دوبارہ فیس دینا ہوگی۔

۳۔ غلطی سے لیفٹ کرنے والا **ممبر** کو بھی دوبارہ ایڈ ہونے کیلئے دوبارہ فیس دینا ہوگی۔

۴۔ کوئی اسپیشل ڈیمانڈ پوری نہیں کی جائے گی۔ ایڈمن پینل جو مواد بتا چکا ہے، وہی مواد گروپ میں ملے گا

۵۔ جن ممبران کو **وائی فائی یا موبائل ڈیٹا** آف رکھنے پر گروپ کی پوسٹنگ نہیں ملتی۔ ایسے ممبران اپنا **وائی فائی یا موبائل ڈیٹا** آن رکھیں تا کہ آپکی پوسٹ مس نہ ہو۔ کیونکہ ایڈمن پینل بتایا گیا تمام مواد روزانہ کی بنیاد پر بھیجتا ہے۔

۶۔ **ایڈمنز** کے واٹس ایپ نمبر پر رابطہ کرنے والا بندہ ہی گروپ میں فیس ادا کرنے کے بعد ایڈ ہوسکتا ہے

۷۔ فیس ادائیگی کے بعد **24** گھنٹے کے اندر آپکو ایڈ کر دیا جائے گا، لہذا ایڈمن کو زیادہ تنگ نہ کریں۔

۸۔ جس تاریخ کو آپ فیس ادا کریں گے۔ اگلے ماہ کی فیس بھی اسی تاریخ کو جمع کروانا ہوگی۔

۹۔ گروپ میں ایڈ ہونے سے پہلے گروپ کے قوانین اور گروپ کے بھیجے جانے والے مواد کی تفصیل لازمی پڑھیں

۱۰۔ گروپس میں بھیجا گیا مواد مختلف انٹرنیٹ ویب سائٹس سے لیا جاتا ہے، اسکے سہی یا غلط ہونے پر واٹس ایپ گروپ سوشل میڈیا پاکستان کوئی ذمہ داری قبول نہیں کریگا۔

نوٹ

۱۔ ایزی لوڈ، موبائل لوڈ بھیجنے والا بندہ گروپ میں ایڈ نہیں کیا جائے گا اور نہ اسکا بھیجا ایزی لوڈ، موبائل لوڈ واپس کیا جائے گا

۲۔ لہذا دھیان سے جب بھی بھیجیں، جازکیش یا ایزی پیسہ پیمنٹ بھیجیں۔ بعد میں اعتراض قبول نہیں کیا جائے گا

۳۔ جس ایڈمن کو فیس ادا کریں، اسی ایڈمن کو واٹس ایپ پر میسج کریں۔ تا کہ وہ آپکی ٹرانزیکشن دیکھ کر آپکو جلدی ایڈ کر سکے۔

۴۔ ایزی پیسہ بھیجنے والے ممبران دکاندار سے **TRX ID** نمبر لازمی لیں، **TRX ID** نمبر نہ بتانے کی صورت میں آپکو ایڈ نہیں کیا جائے گا

۵۔ جازکیش بھیجنے والے ممبران دکاندار سے **TID** نمبر لازمی لیں، **TID** نمبر نہ بتانے کی صورت میں آپکو ایڈ نہیں کیا جائے گا

۶۔ **TRX ID** یا **TID** کو ٹرانزیکشن نمبر کہا جاتا ہے، جس کا آپ کے پاس ہونا لازم ہے۔

۷۔ آپ ایک سے زیادہ ماہ کی فیس اک ساتھ جمع بھی کروا سکتے ہیں، کیونکہ دکاندار **100** روپے سے کم پیمنٹ نہیں سینڈ کرتے

۸۔ سوشل میڈیا پاکستان نام سے گروپ بنانے والا، سوشل میڈیا پاکستان گروپ کی پوسٹنگ سے اپنا گروپ پیسے لے کر چلانے والا، گروپ کی پوسٹ کاپی کر کے ایڈیٹنگ کر کے اپنے نام سے بھیجنے والا ممبر، کسی پیڈ گروپ کا ایڈمن یا گروپ رولز پر عمل نہ کرنے والا ممبر بھی بغیر کسی وارننگ کے ریموو کیا جائے گا اینڈ اسکی آئی ہوئی فیس بھی واپس نہیں کی جائے گی۔

Whatsapp Group Social Media Pakistan